ماہنامہ انصار اللہ

ایڈیٹر
نصیر احمد انجم

مارچ 2008ء
امان 1387ہش

اس شمارہ میں

القرآن 2

حدیث نبویؐ 3

عربی منظوم کلام 4

فارسی منظوم کلام 5

اردو منظوم کلام 6

کلام الامام 7

”ایک صدی قبل ۔ ماموریت کا ۲۷واں سال“ 24-8

تحریر: مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

دنیا میں دکھ اور الم کیوں ہے؟ (گذشتہ سے پیوستہ) 29-25

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

احمدیت ...... ایک جائزہ 38-30

مرتبہ: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

نتیجہ امتحان سہ ماہی چہارم 2007ء.................................... 40-39

مرسلہ: قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

احمدی انصار کی تعلیم و تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصاراللہ

ایڈیٹر: نصیر احمد انجم

امان 1387 ھش مارچ 2008ء

جلد ---------------------- 49

شمارہ ---------------------- 2

فون نمبر: 047-6212982، فیکس نمبر 047-6214631

ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com

معاونین

- ریاض محمود باجوہ
- صفدر نذیر گولیکی
- محمود احمد اشرف

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصاراللہ

دارالصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)

مطبع: ضیاءالاسلام پریس

شرح چندہ: پاکستان

سالانہ............ایک سو روپیہ

قیمت فی پرچہ.............. 10 روپے

القرآن

"فکرِ معاد"

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ
مَّشْكُوْرًا ○

(سورۃ بنی اسرائیل:20)

ترجمہ: اور وہ جس نے آخرت کا ارادہ کیا ہو اور اس کے لئے جیسا کہ اس کا حق ہے کوشش کی ہو بشرطیکہ وہ مومن ہو تو یہی ہیں وہ لوگ جن کی کوشش مشکور ہوگی۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حدیث نبوی ﷺ

یادِ آخرت

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ جُلَسَائِنَا خَیْرٌ؟ قَالَ مَنْ ذَکَّرَکُمُ اللّٰہَ رُؤْیَتُہٗ وَ زَادَ فِی عِلْمِکُمْ مَنْطِقُہٗ وَ ذَکَّرَکُمْ بِالْاٰخِرَۃِ عَمَلُہٗ.

(الترغیب والترھیب۔ الترغیب فی مجالسۃ العلماء صفحہ ۱۰۶)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کس کے پاس بیٹھنا (دینی لحاظ سے) بہتر ہے آپؐ نے فرمایا: ایسے شخص کے پاس بیٹھنا مفید ہے جس کو دیکھنے کی وجہ سے تمہیں خدا یاد آوے۔ جس کی باتوں سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل کو دیکھ کر تمہیں آخرت کا خیال آئے۔

عربی منظوم کلام

اَرٰی کُلَّ مَحْجُوْبٍ لِدُنْیَاہُ بَاکِیًا

اَرٰی سَیْلَ اٰفَاتٍ قَضَاھَا الْمُقَدِّرُ
وَفِی الْخَلْقِ سَیِّئَاتٌ تُذَاعُ وَتُنْشَرُ

میں ان آفات کے سیلاب کو دیکھ رہا ہوں جن کو تقدیر جاری کرنے والے خدا نے مقدر کیا ہے اور مخلوق میں ایسی برائیاں (موجود) ہیں جو پھیلائی اور نشر کی جا رہی ہیں

وَفِیْ کُلِّ طَرْفٍ نَارُ شَرٍّ تَأَجَّجَتْ
وَفِیْ کُلِّ قَلْبٍ قَدْ تَرَاءَ التَّحَجُّرُ

اور ہر طرف آتش فساد و شر بھڑک اٹھی ہے اور ہر ایک دل میں قساوت ظاہر ہو گئی ہے

وَقَدْ زُلْزِلَتْ مِنْ ھٰذِہِ الرِّیْحِ دَوْحَۃٌ
تُظِلُّ بِظِلٍّ ذِیْ شِفَاءٍ وَّتُثْمِرُ

اور اس ہوا سے وہ درخت ہل گیا ہے جو شفا اور سایہ دینے والا اور ثمر دار تھا

اَرٰی کُلَّ مَحْجُوْبٍ لِدُنْیَاہُ بَاکِیًا
فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَبْکِیْ لِدِیْنٍ یُحَقَّرُ

میں دیکھتا ہوں کہ ہر غافل اپنی دنیا کے لئے رو رہا ہے۔ پس کون ہے جو دین کے لئے روئے جس کی تحقیر کی جا رہی ہے

وَلِلدِّیْنِ اَطْلَالٌ اَرَاھَا کَکَالِفٍ
وَدَمْعِیْ بِذِکْرِ قُصُوْرِہٖ یَتَحَدَّرُ

اور دین کے کھنڈرات ہو چکے ہیں جنہیں غم زدہ کی طرح دیکھ رہا ہوں اور میرے آنسو اس کے محلات کی یاد میں بہہ رہے ہیں

(القصائد الاحمدیہ مترجم جدید ایڈیشن صفحہ 291)

فارسی منظوم کلام

آں کیست کہ منتہائے تو یافت

اے دلبر و دلستاں و دلدار
و اے جانِ جہان و نُورِ انوار

اے دلبر، محبوب اور دلدار۔ اے جہاں کی جان اور نوروں کے نور

لرزاں ز تجلیت دل و جان
حیراں ز رُخت قلوب و ابصار

جان و دل تیرے جلال سے کانپ رہے ہیں قلوب اور نظریں تیرے رُخ کو دیکھ کر حیران ہیں

در غیبی و قدرتت ہویدا
پنہانی و کارتو نمودار!

تو آپ غیب میں ہے مگر تیری قدرت ظاہر ہے تو مخفی ہے مگر تیرے کام نمایاں ہیں

دوری و قریب تر ز جاں ہم
نوری و نہاں تر از شب تار

تو دور ہے مگر جان سے بھی زیادہ نزدیک ہے تو نور ہے مگر اندھیری رات سے زیادہ پوشیدہ

آں کیست کہ منتہائے تو یافت
واں کو کہ شود محیطِ اسرار

وہ کون ہے جس نے تیری انتہا کو پایا اور وہ کون ہے جو تیرے بھیدوں پر حاوی ہوگا

(''سرمہ چشم آریہ'' روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 49)

اردو منظوم کلام

دِلبر کی رہ سے یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے

کہتے جوشِ اُلفت یکساں نہیں ہے رہتا
دل پر مرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے
ہم خاک میں ملے ہیں شاید مِلے وُہ دِلبر
جیتا ہوں اِس ہَوس سے میری غذا یہی ہے
دُنیا میں عِشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے
مُشتِ غبار اپنا تیرے لئے اُڑایا
جب سے سُنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے
دِلبر کا دَرد آیا حرفِ خودی مِٹایا
جب مَیں مَرا جِلایا جامِ بقا یہی ہے
اِس عشق میں مصائب سَو سَو ہیں ہر قدم میں
پر کیا کروں کہ اس نے مُجھ کو دیا یہی ہے
حرفِ وَفا نہ چھوڑوں اِس عہد کو نہ توڑوں
اِس دِلبرِ ازل نے مُجھ کو کہا یہی ہے

(درثمین اردو صفحہ 85 مطبوعہ رقیم پریس لندن)

کلام امام

ایمان کی اہمیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”بھائیو یقیناً سمجھو کہ نجات ایمان سے وابستہ ہے اور ایمان اُمورِ مخفیہ سے وابستہ ہے۔ اگر حقائق اشیاء مستور نہ ہوتی تو ایمان نہ ہوتا۔ اور اگر ایمان نہ ہوتا تو نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ ایمان ہی ہے جو رضاء الٰہی کا وسیلہ اور مراتب قرب کا زینہ اور گناہوں کا زنگ دھونے کے لئے ایک چشمہ ہے اور ہمیں خدائے تعالیٰ کی طرف حاجت ہے۔ اس کا ثبوت ایمان ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے کیونکہ ہم اپنی نجات کے لئے اور ہر ایک دُکھ سے راحت پانے کے لئے خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں اور وہ نجات صرف ایمان سے ہی ملتی ہے۔ کیا دُنیا کا عذاب اور کیا آخرت کا دونوں کا علاج ایمان ہے۔ جب ہم ایمان کی قوت سے ایک مشکل کا حل ہو جانا غیر ممکن نہیں دیکھتے تو وہ مشکل ہمارے لئے حل کی جاتی ہے۔ ہم ایمان ہی کی قوت سے خلاف قیاس اور بعید از عقل مقاصد کو بھی پالیتے ہیں۔ ایمان ہی کی قوت سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ اور خوارق ظہور میں آتے ہیں اور انہونی باتیں ہو جاتی ہیں۔ پس ایمان ہی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے، خدا فلسفیوں سے پوشیدہ رہا اور حکیموں کو اُس کا کچھ پتہ نہ لگا۔ مگر ایمان ایک عاجز دلق پوش کو خدا تعالیٰ سے ملا دیتا ہے اور اُس سے باتیں کرا دیتا ہے۔......سو اُٹھو ایمان کو ڈھونڈو اور فلسفہ کے خشک اور بے سُود ورقوں کو جلاؤ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی۔ ایمان کا ایک ذرہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے اور ایمان سے صرف آخری نجات نہیں بلکہ ایمان دُنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے اور رُوح کے تحلیل کرنے والے غموں سے ہم ایمان ہی کی برکت سے نجات پاتے ہیں۔ وہ چیز ایمان ہی ہے جس سے مومن کامل سخت گھبراہٹ اور قلق اور کرب اور غموں کے طوفان کے وقت اور اُس وقت کہ جب ناکامی کے چاروں طرف سے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور اسباب عادیہ کے تمام دروازے مقفل اور مسدود نظر آتے ہیں۔ مطمئن اور خوش ہوتا ہے۔ ایمان کامل سے سارے استبعاد جاتے رہتے ہیں اور ایمان کو کوئی چیز ایسا نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ استبعاد۔ اور کوئی ایسی دولت نہیں جیسا کہ ایمان۔ دُنیا میں ہر یک ماتم زدہ ہے مگر ایماندار۔ دُنیا میں ہر ایک سوزش اور حرقت اور جلن میں گرفتار ہے مگر مومن۔ اے ایمان کیا ہی تیرے ثمرات شیریں ہیں۔ کیا ہی تیرے پھول خوشبودار ہیں۔ سُبحان اللہ کیا عجیب تجھ میں برکتیں ہیں۔ کیا ہی خوش نُور تجھ میں چمک رہے ہیں۔ کوئی ثریا تک نہیں پہنچ سکتا۔ مگر وہی جس میں تیری کششیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کو یہی پسند آیا کہ اب تُو آوے اور فلسفہ جاوے۔“ (آئینہ کمالات ..... روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 270 تا 273 حاشیہ)

ایک صدی قبل، ماموریت کا ۲۷واں سال

1908ء کے منتخب ارشادات عالیہ، حالات اور واقعات کا روح پرور تذکرہ

(مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ 11 مارچ 1994ء میں فرمایا:

’’میں نے اپنی خلافت کے بعد پہلے خطاب میں جماعت کو متوجہ کیا تھا کہ یاد رکھو یہ غیر معمولی دن ہیں جن میں ہم داخل ہوئے ہیں۔ بیاسی (1882ء) میں پہلا ماموریت کا الہام ہوا ہے حضرت مسیح موعود کو اور بیاسی (1982ء) ہی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے قائم فرمایا۔ اس خلافت کے بعد سے وہ ساری تاریخ بیاسی سے لے کر آخر تک دہرائی جارہی ہے اور دہرائی جائے گی۔ وہ ساری برکتیں جو مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے عطا کرنی شروع کی تھیں یہ اسی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ سب اس میں شریک ہیں میں نہیں، آپ سب۔ وہ ساری جماعت جس کو خدا نے آغاز سے لے کر آخر تک کے لئے ان برکتوں کو دیکھنے کے لئے چن لیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو کتنی برکتیں دیکھیں گے۔ مگر دعا ہمیں یہی کرنی چاہیں کہ ہم میں سے بھاری تعداد ایسی ہو جو بیاسی (1982ء) سے لے کر آخر تک کم از کم 2008ء تک زندہ رہ کر اللہ کے فضلوں کے گواہ بنتے رہیں اور یہ وہ مبارک عظیم دور ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں اس کا شکر کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ ناممکن ہے یہ وہ جادو ہے جو میں کہہ رہا ہوں جس کے نشے میں ہم چل رہے ہیں اور یہی وہ جادو ہے جو حقیقت بن کر دنیا کی تقدیر بدلے گا۔ آپ پر اس جادو کا نشہ طاری ہے تو یاد رکھیں کہ پھر اس سے دنیا میں تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ اس روح کے ساتھ آپ ترقی کی اس راہ پر آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ دشمن تکلیفیں پہنچاتا ہے پہنچاتا رہے، فضلوں کی راہ نہیں روک سکتا، نہیں روک سکتا نہیں روک سکے گا۔ جو چاہے کرلے لیکن آپ وفا کے ساتھ اس راہ پر قدم رکھتے رہیں اس سے قدم ہٹائیں نہیں۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر آنے والا دن ہمارے لئے برکتیں لے کر آئے گا۔ ہر آنے والا ہفتہ ہمارے لئے اور برکتیں لے کے آئے گا۔ ہر آنے والا مہینہ ہمارے لئے اور برکتیں آسمان سے انڈیلے گا۔ ہر آنے والا سال برکتوں کے ساتھ ہمارا خیر مقدم کرے گا۔ ہر جانے والا سال برکتیں چھوڑ کر ہمارے لئے جائے گا۔ یہ عظیم دور ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں۔ پس خدا کے شکر کے گیت گاتے ہوئے اس کی حمد و ثنا کرتے ہوئے محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے آگے آگے بڑھتے چلے جاؤ، کوئی نہیں جو تمہاری راہ روک سکے۔‘‘ (الفضل انٹرنیشنل 29 دسمبر 2000ء)

اس عہد ساز تناظر میں سو سال پہلے 1908ء کے ایمان افروز، حالات و واقعات کا روحانی مائدہ پیش خدمت ہے:

یکم جنوری 1908ء الہام ہوا: "اِنِّیْ مَعَکَ اَیْنَمَا تَذْھَبُ وَتَسِرُ"

(ترجمہ) میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو جائے اور پھرے (تذکرہ صفحہ 634)

2 جنوری 1908ء: (۱) "اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ"

(ترجمہ) میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں

(۲) "اِنِّیْ مَعَکَ فِیْ کُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ کُلِّ مَقَالٍ"

(ترجمہ) مَیں تیرے ساتھ ہوں ہر حال میں اور ہر گفتگو میں

(۳) "اِنِّیْ مَعَکَ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ"

(ترجمہ) میں تیرے ساتھ ہوں ہر ایک میدان میں اللہ کی طرف سے نصرت اور فتح قریب ہے۔

(۴) نَصَرَکُمُ اللّٰہُ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا

(ترجمہ) مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری مؤیدانہ مدد۔ (تذکرہ صفحہ 634)

9 جنوری 1908ء : اپنی کتابوں میں تکرارِ مضامین کی وجہ

فرمایا: ہم جو کتاب کو لمبا کر دیتے ہیں اور ایک ہی بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کرتے ہیں اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ مختلف طبائع مختلف مذاق کے ناظرین کسی نہ کسی طریقے سے سمجھیں اور شاید کسی کو کوئی نکتہ دل لگ جائے اور اس سے ہدایت پا لے اور یُوں بھی اکثر دل جو طرح طرح کی غفلتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اُن کو بیدار کرنے کے لئے ایک بات کا بار بار بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 432)

15 جنوری 1908ء : قادیان دارالامان میں عیدالاضحی

"الحکم" نے لکھا:

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب نے 15 رجنوری 1908ء کو قریباً گیارہ بجے خطبہ پڑھا تھا عید کے دن بہت گُہر چھائی ہوئی تھی اور اس میں سے نم ٹپک رہی تھی۔ اس واسطے بیت مبارک میں عید پڑھی گئی۔ ضرورتاً ایک جماعت احباب کی بیت کے نیچے کے کمرہ میں اور ایک دوسری چھت پر اور ایک درمیانی چھت پر نماز عید کے واسطے کھڑی ہوئی بعض قریب کے مکانات کی چھت پر تھے مکبرین جو اس کام کے واسطے مقرر کیے گئے تھے بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب بہ سبب اسہال علیل تھے۔ بعض دوستوں نے حضرت کی خدمت میں عرض بھی کی کہ وہ نہ آسکیں گے۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ میں نے ابھی ان کو ایک دوائی بھیجی تھی۔ بلاؤ تو سہی۔ دوائی کیا تھی حضرت کی دعا کا اثر تھا کہ مولوی صاحب نے

باوجود اس قدر علالت اور ضعف کے جو چہرے سے نمایاں تھا قریباً ایک گھنٹہ تک ایک نہایت لطیف خطبہ تقویٰ اور دعا اور قربانی پر بیان فرمایا۔ (الحکم 18 جنوری 1908ء صفحہ 6، بدر 23 جنوری 1908ء صفحہ 8)

قادیان دارالامان کی جنت نظیر زندگی کا نقشہ

اخبار ''الحکم'' رقمطراز ہے۔

20 جنوری 1908ء: ''قادیان دارالامان کی زندگی دراصل بے نظیر زندگی ہے۔ہم جب اپنے خاص مقام زندگی اور یہاں کی زندگی کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہمارا دل بے اختیار بول اُٹھتا ہے کہ

دارالاماں ہمارا جنت نشاں ہمارا ؎ سارے جہاں سے بہتر دارالاماں ہمارا

یہاں کا رہنا دراصل نکتہ شناس کو بہت کچھ سوجھا دیتا ہے وجہ یہ کہ یہاں کا کوئی لحظہ اور کوئی دم ذکر اللہ سے خالی نہیں ہے۔یہاں رات اور دن کا پتہ ہی نہیں لگتا کہ کدھر جاتے ہیں پہلے تو ہم حیران ہوا کرتے تھے کہ کس طرح یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ رات اور دن کا پتہ لگانا مشکل ہوا کرتا ہے مگر اب پتہ لگا کر ضرور ضرور ایسا ہوا کرتا ہے کہ نہ رات کا پتہ لگتا ہے اور نہ دن کا۔

ہم جب رات کو سونے کے لئے بستر پر جاتے ہیں تو خدا کا ذکر ہی چار طرف سے سنتے ہوئے سوتے ہیں جب صبح سویرے منہ اندھیرے اُٹھتے ہیں تو اس وقت بھی ہر طرف سے یہی صدائیں آتی ہیں گویا کہ یہ جگہ ایک ایسا چمن بے نظیر بنا ہوا ہے کہ جس میں ہر طرف پرندے چہچہا رہے ہیں۔

صبح کی نماز کے بعد مہمان خانہ میں حکیم فضل الدین صاحب کا درس عجیب لطف دیتا ہے۔حکیم الامتہ مولانا نورالدین صاحب کا سارا دن فیض کا دروازہ کھلا رہتا ہے مولانا کی عجیب و غریب باتیں سنتے سنتے ہی نماز ظہر کا اور پھر عصر کا وقت آ جاتا ہے۔ظہر اور عصر کی نمازوں میں اکثر حضور انور مسیح موعود علیہ السلام تشریف لاکر دیدار سے مشرف کرتے ہیں اور پاک نصیحتوں سے روحانی بیماروں کا تسلی بخش علاج کرتے ہیں نماز عصر کے بعد بیت اقصیٰ میں درس قرآن مجید سے جو دُر بے بہا حکیم لامتہ عطا کرتے ہیں اُن کا بیان کرنا موجب طول طویل ہے۔اس مبارک درس کے تھوڑی دیر بعد ہی نماز مغرب ہوتی ہے اُس کے بعد اور پھر عشاء کی نماز کے بعد تک کوئی ایسی جگہ اور کوئی مقام یہاں کا نہیں دیکھا جاتا کہ جہاں ذکر اللہ کا نہ ہوتا ہو۔

گویا کہ دارالامان کے در و دیوار سے ہی ذکر اللہ کے آوازے آکر عاشقان الٰہی کو لذت اور سرور سے بھر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہتوں نے یہاں کی زندگی میں ہی اپنی خیر دیکھی ہے اور دنیا کے سب تعلقات کو چھوڑ چھاڑ کر یہیں کے ہو رہے ہیں اس میں شک نہیں ہے کہ ان کی یہ ہمتیں بڑی قابل قدر اور قابل تقلید ہیں جن پر گویا خدائی رنگ چڑھ گیا ہے اور فی الحقیقت انہیں لوگوں نے دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے کا راز سمجھا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب میں توفیق پیدا کرے کہ ہم ان کے جیسے اپنے دل بنا دیں اور خدا کے مسیح موعود علیہ السلام کے ایسے ہی تابعدار بنیں جیسا کہ حق تابعدار بننے کا ہے۔

بالآخر یہ عرض کر دینا بھی بے جا نہ ہوگا کہ اگر دُنیا میں جنت کی کوئی جگہ زندہ نمونہ ہے تو وہ دارالامان قادیان ہے۔"
(الحکم 20 جنوری 1908ء صفحہ 8)

9 فروری 1908ء الہامات

(۱) اَنۡتَ اِمَامٌ مُّبَارَکٌ ترجمہ: تو امام مبارک ہے۔
(۲) اِنِّیۡ مَعَکَ فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ترجمہ: میں تیرے ساتھ ہوں آسمان اور زمین میں
(۳) اِنِّیۡ مَعَکَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ترجمہ: میں دنیا اور آخرت میں تیرے ساتھ ہوں۔
(تذکرہ: صفحہ 635)

10 فروری 1908ء آداب مجلس: "ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ یہی مومن کا طریق ہونا چاہیئے کہ بات کرے تو پوری کرے ورنہ چُپ رہے۔ جب دیکھو کہ کسی مجلس میں اللہ اور اس کے رسول پر ہنسی ٹھٹھا ہو رہا ہے تو یا تو وہاں سے چلے جاؤ تاکہ ان میں سے نہ گنے جاؤ اور یا پھر پورا پورا کھول کر جواب دو۔ دو باتیں یا جواب یا چپ رہنا۔ یہ تیسرا طریق نفاق ہے کہ مجلس میں بیٹھے رہنا اور ہاں میں ہاں ملائے جانا۔ دبی زبان سے اخفاء کے ساتھ اپنے عقیدہ کا اظہار کرنا۔"
(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 449)

17 فروری 1908ء تقریب نکاح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ: "بروز شنبہ بعد از نماز عصر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی صاحبزادی مبارکہ بیگم کا عقد نکاح حضرت نواب محمد علی خان کے ساتھ ہوا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے خطبہ پڑھا۔ جس میں آپ نے اوّل عربی زبان میں حمد الٰہی کے بعد چند آیات قرآنی پڑھیں اور پھر عربی زبان کی ضرورت اور خوبیوں پر مختصر ریمارکس کرتے ہوئے عربی عبارت کی تفسیر اور تشریح کی اور نکاح کی ضرورت اور اس کے فوائد پر بحث کی اور اخیر میں حق مہر کے متعلق فرمایا کہ ہر ایک کا مہر اس کے حالات اور اس کی قوم اور ملک کے حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ ایک غریب شخص کا نکاح صرف اتنے پر ہوا کہ اس نے اپنی بیوی کو چند آیات قرآنی پڑھا دیں قادیان میں ہی ایک نکاح اس قسم کا ہوا تھا۔ اس واسطے نواب صاحب کے خاندان کی رسم کے مطابق تو حق مہر کئی لاکھ روپیہ ہوتا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو پسند نہ فرمایا۔ تاہم نواب صاحب کی وجاہت اور ریاست کے لحاظ سے چھپن ہزار روپے حق مہر موجل مقرر ہوا جس پر ایجاب وقبول بیت اقصیٰ میں ہوا۔ یہ تعلق نواب صاحب کے واسطے بہت ہی خوش قسمتی کا موجب ہوا۔ اس تعلق سے نواب صاحب موصوف خدا تعالیٰ کے مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے بیش از بیش فیض اٹھائیں گے اور خدا تعالیٰ کے ان انعام وکرام سے حصہ لیں گے جو مبارکہ بیگم کی ذات بابرکات کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے موعود مامور کے ذریعہ سے وعدہ فرمائے ہوئے ہیں کیونکہ مبارکہ بیگم کے واسطے بہت سے ایسے الہام ہوئے تھے جو اخباروں

میں شائع نہیں ہوئے ان میں سے صرف 1901ء میں ایک الہام اس بارے میں اخبار الحکم میں شائع ہوا تھا جب کہ مبارکہ بیگم کی عمر صرف چار برس کی تھی۔ اور نواب محمد علی خان صاحب کی پہلی بیوی صحیح و سالم ان کے گھر میں آباد تھی۔ اور وہ الہام ہے۔ **نواب**.......... **مبارکہ بیگم**۔ یہ الہام دو الگ الگ فقرے ہیں۔ ایک (**نواب**) دوسرا فقرہ (**مبارکہ بیگم**) اس الہام میں دونوں فقروں کو ایک جگہ بالمقابل لکھ کر یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ مبارکہ بیگم نوابی خاندان میں بیاہی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ اس نکاح کو مبارک فرمائے اور برکتوں کا موجب کرے آمین۔" (البدر 20، 27 فروری 1908ء صفحہ 2)

5 مارچ 1908ء: فرعون کی لاش: الحکم میں ایڈیٹر کی طرف سے یہ خبر شائع ہوئی کہ جو لوگ مصر کی قدیمی چیزوں کا سراغ لگانے میں مصروف رہتے ہیں ان کو فرعون کی لاش بھی مل گئی ہے جو حنوط کی ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شکل نہایت مکروہ تھی جسم فربہ تھا قد پانچ فٹ ساڑھے آٹھ انچ کا تھا۔ سر پر بال کم تھے ناک پتلی تھی دانتوں کی قطار میں دو داڑھیں کھوکھلی تھیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کھانے پینے کے وقت فرعون کے دانتوں میں سخت درد ہوتا تھا اور درد کی شدت سے وہ بالکل دیوانہ ہو جاتا تھا۔ اسی دیوانگی حالت میں وہ بنی اسرائیل کی نسبت نہایت سخت ظالمانہ احکام جاری کرتا تھا ان ظالموں کا خاتمہ بحر احمر کی موجوں نے کیا جس میں وہ غرق ہوا پھر اس کی لاش نکال کر حنوط کی گئی۔

یہودی اس ظلم کے نیچے سے نجات پانے کی عید مناتے ہیں جس کو عیدِ فسح کہتے ہیں ایک ظریف کہتا ہے کہ اگر فرعون کے زمانے میں دانتوں کا علاج کرنے والے طبیب مصر میں موجود ہوتے تو یہودیوں کو عید فسح منانے کا کبھی موقعہ نہ ملتا۔

(بدر 5 مارچ 1908ء صفحہ 12)

14 مارچ 1908ء تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان امرتسر سرکل میں: "یہ بالکل پہلا موقعہ ہے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے طلباء سرکل ٹورنامنٹ کے لئے امرتسر گئے تھے۔ ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ میں چونکہ ہمارے مدرسہ کے طلباء نے فٹ بال میچ جیتا تھا۔ لہذا امرتسر سرکل میں ان کو صرف فٹ بال ہی میں شامل ہونا تھا۔ امرتسر سرکل میں امرتسر خاص۔ گورداسپور۔ سیالکوٹ۔ اور کانگڑھ کے اضلاع شامل تھے۔ فٹ بال میچ کے لئے صرف تین پارٹیاں یعنی خالصہ کالجیٹ سکول امرتسر۔ گورنمنٹ ہائی سکول سیالکوٹ اور مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان شامل تھے۔ اوّل میچ خالصہ کالجیٹ سکول جیتا۔ فائنل میچ کامیاب ٹیم اور مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے درمیان 14 مارچ 1908ء ساڑھے چار بجے شام کو شروع ہوا۔ اور خدا کے محض فضل سے میدان مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان فٹ بال ٹیم کے ہاتھ میں رہا۔ اور اس طرح سے امرتسر سرکل میں فٹ بال چمپئین سکول مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ہی رہا۔ ہم جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں نہایت خوشی سے اس کامیابی کے واسطے مبارکباد عرض کرتے ہیں اس کامیابی میں علاوہ ایک شیلڈ کے جو مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کو آئندہ سرکل میچ تک عطا کی گئی ہے ٹیم کے لڑکوں کو عمدہ تلہ دار پگڑیاں لنگیاں بطور انعام عطا کی گئی

ہیں۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بھی میچ میں شریک تھے۔" (الحکم 18 مارچ 1908ء صفحہ 6)

17 مارچ 1908ء: فوٹو گرافی: "ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ کیا عکسی تصویر لینا شرعاً جائز ہے؟ فرمایا کہ:۔

یہ ایک نئی ایجاد ہے پہلی کتب میں اس کا ذکر نہیں۔بعض اشیاء میں ایک منجانب اللہ خاصیت ہے جس سے تصویر اتر آتی ہے۔اگر اس فن کو خادم شریعت بنایا جاوے تو جائز ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 479)

انگریزی دانوں کے لئے حصول ثواب کی راہ: فرمایا کہ:۔"اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ ہم نے انگریزی نہیں پڑھی کہ آپ لوگوں کو ثواب میں شامل کرنا چاہتا ہے۔انگریزی اگر ہم پڑھے ہوئے ہوتے تو اردو کی طرح اس کے بھی دو چار صفحے ہم لکھ دیا کرتے مگر خدا نے چاہا کہ آپ ہیں (مراد حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب) اور مولوی محمد علی صاحب ہیں آپ لوگوں کو بھی یہ ثواب دیا جاوے۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 480)

ایک کتاب لکھنے کی خواہش: فرمایا کہ:۔"میں چاہتا ہوں کہ ایک کتاب تعلیم کی لکھوں اور مولوی محمد علی صاحب اس کا ترجمہ کریں اس کتاب کے تین حصے ہوں گے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں اور دوسرے یہ کہ اپنے نفس کے کیا کیا حقوق ہم پر ہیں اور تیسرے یہ کہ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 484)

21 مارچ 1908ء: قادیان میں فنانشل کمشنر کی آمد اور حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات:

"مارچ 1908ء کے تیسرے ہفتہ میں پنجاب کے فنانشل کمشنر سر جیمز ولسن اپنے دورہ کے دوران میں قادیان آئے اور گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر مسٹر کنگ کے ساتھ قادیان میں اپنا مقام رکھا جماعت احمدیہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ صوبہ کا ایک بڑا افسر جو اس زمانہ میں گورنر سے دوسرے نمبر پر ہوتا تھا قادیان آکر ٹھہرا تھا اور غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ گورنمنٹ ایک ذمہ دار افسر کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ کے متعلق مستند معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی اور ان مخالفانہ رپورٹوں کی صحت یا عدم صحت کا امتحان کرنا چاہتی تھی جو ان ایام میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق اس کے مخالفوں کی طرف سے اوپر پہنچ رہی تھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایت کے ماتحت جماعت احمدیہ نے جن میں بہت سے احباب قادیان کے باہر سے بھی آئے ہوئے تھے فنانشل کمشنر صاحب کا بہت اچھی طرح استقبال کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی دعوت بھی کی اور پھر آپ ان کی اس خواہش پر کہ میں مرزا صاحب سے ملنا چاہتا ہوں خود اُن کے کیمپ میں تشریف لے گئے جہاں صاحب موصوف آپ کے ساتھ بڑی عزت کے ساتھ پیش آئے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق بہت سے سوالات پوچھتے رہے اور ملک کی سیاسی فضا کے متعلق بھی گفتگو ہوئی اور سر جیمز ولسن اس ملاقات سے بہت محظوظ اور خوش ہو کر واپس گئے۔" (سلسلہ احمدیہ صفحہ 175)

22/مارچ 1908ء: ڈاکٹروں واطباء جماعت احمدیہ کا اجلاس قادیان میں منعقد ہوا۔

25/مارچ 1908ء بابو کیشپ چندر چٹر جی کا احمدی ہونا: ''بابو صاحب موصوف کلکتہ کے ایک معزز برہمن خاندان کے معزز ممبر ہیں۔آپ کلکتہ سے شملہ جارہے تھے کہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن فرخ آباد سے جو کہ بوجہ کسی قدر علالت طبع تبدیل آب وہوا کی غرض سے قادیان تشریف لا رہے تھے گاڑی میں ملاقات ہوگئی۔دوران گفتگو ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے منزل مقصود اور وہاں کے مفصل حالات اور حضرت اقدس علیہ السلام کا خدا کی طرف سے زمانہ موجودہ کی اصلاح کے واسطے مبعوث ہوکر آنے کے متعلق بھی مفصل طور سے ذکر کیا اور آپ کے متعلق ہر پہلو کے مفصل حالات سے بابو صاحب کو آگاہ کیا۔چنانچہ بڑے اخلاص اور اظہار عقیدت سے حضرت اقدس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔اور بابو صاحب پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ آپ نے اپنے (......) لانے کا ارادہ دوسرے ہی دن ظاہر کر کے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی مگر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ابھی آپ کچھ اور ٹھہریں اور اس معاملہ پر غور کرلیں۔اس طرح سے بابو صاحب کو چند روز اور ٹھہرنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے اپنے خیالات کو اور بھی مضبوط کرلیا۔آخر 25 مارچ 1908ء کو حضرت اقدس علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے مشرف (......) ہوئے اور آپ کا نام احمد کیشپ چندر چٹر جی رکھا گیا۔''

(الحکم 30/مارچ 1908ء صفحہ 2)

29/مارچ 1908ء تعویز گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں: ''قبل عصر ایک شخص نے اپنی کچھ حاجات تحریری طور پر پیش کیں۔

حضرت اقدس سے نے پڑھ کر فرمایا کہ:۔اچھا ہم دُعا کریں گے۔

تو وہ شخص کسی قدر متغیر ہو کر پوچھنے لگا۔آپ نے میری عرضداشت کا جواب نہیں دیا۔حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔''ہم نے تو کہا ہے کہ دُعا کریں گے۔''

اس پر وہ شخص بولا کہ حضور کوئی تعویذ نہیں کیا کرتے؟ فرمایا: تعویذ گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں۔ہمارا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرنا ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 505)

4/اپریل 1908ء:

''گوروہرسہائے ضلع فیروز پور میں باوانانک کے تبرکات میں ''قرآن شریف'' کا انکشاف

اس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا باوا نانک صاحبؒ کے مسلمان ہونے کی ایک نئی شہادت ملی اور وہ یہ کہ گورو ہرسہائے واقع ضلع فیروز پور میں سکھوں کے ایک نہایت معزز خاندان کے قبضہ میں باوا نانک صاحب اور بعد کے گدی نشیں گوروؤں کے چند تبرکات چلے آتے تھے جن میں باوا صاحب کی ایک تسبیح،پوتھی قرآن شریف اور چند دیگر اشیا بھی تھیں۔یہ قرآن

شریف اور دیگر تبرکات نہایت ادب کے ساتھ بہت سے ریشمی غلافوں میں بند تھے اور گوروبشن سنگھ صاحب کے پاس تھے جن کے مورث اعلیٰ سکھوں کے چوتھے گورورام داس تھے۔ امرتسر کا مشہور سنہری مندر ان ہی گوروصاحب سے موسوم ہے۔ اب تبرکات کے سبب یہ خاندان سکھ قوم میں ہمیشہ سے ممتاز اور بڑی بڑی جاگیروں کا مالک رہا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ گزشتہ مہاراجہ والی ریاست فرید کوٹ بھی وہاں گئے اور ایک ہاتھی اور ایک ہزار روپیہ نقد ان تبرکات کے سبب گوروصاحب کی نذر کیا۔“

گوروہرسہائے کے لئے ایک وفد: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جب یہ معلومات پہنچیں تو آپ کو بہت خوشی ہوئی اور آپ نے مزید تحقیق کے لئے ایک وفد بھجوایا۔ وفد نے گوروہرسہائے میں پہنچ کر 4/اپریل 1908ء کو گوروبشن سنگھ صاحب کے ذریعہ سے یہ قرآن شریف کھول کر پڑھا جو دراصل ایک نہایت خوشخط لکھی ہوئی حمائل شریف تھی۔ جس کا سائز تین انچ چوڑا اور ساڑھے چار انچ لمبا تھا۔ ہر صفحہ پر اردگرد سنہری لکیریں پڑی تھیں اور بعض پر سنہری بیل تھی گوروصاحب نے بتایا کہ پرانے گوروصاحبان سے یہ قرآن شریف تبرک چلا آتا ہے۔

سکھ اصحاب پر اتمام حجت: وفد نے واپس آکر جب قرآن شریف کے موجود ہونے کی تصدیق کر دی تو حضور علیہ السلام نے ”چشمہ معرفت“ میں یہ تمام تفصیلات درج فرما کر لکھا کہ ”باوا نانک صاحب“ کا وجود تمام ہندوؤں پر خدا تعالیٰ کی ایک حجت ہے خاص کر سکھوں پر جو ان کے پیرو کہلاتے ہیں خدا نے آریوں میں سے ایک ایسا مقدس شخص پیدا کیا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ (اسلام) سچا ہے۔“ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 514)

7/اپریل 1908ء: قادیان میں دو امریکن سیاحوں کی آمد: ”اپریل 1908ء کے شروع میں ایک امریکن مرد اور ایک امریکن عورت جو امریکہ سے ہندوستان کی سیاحت کے لئے آئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان آئے۔ ان کے ساتھ لاہور کا ایک انگریز بھی تھا۔ ان تینوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام انہیں بڑی محبت سے ملے اور ان کے سوالات کے جواب دیتے رہے۔ آپ نے ان کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کیا اور مسیح کی بعثت ثانی کی حقیقت سمجھائی اور اپنے بعض نشانات بھی بیان کئے۔ وہ آپ کی باتوں سے بہت متاثر ہوئے اور دوران گفتگو میں آپ سے کہا کہ کوئی نشان ہمیں بھی دکھایا جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ غور کریں تو آپ کا وجود ایک نشان ہے۔ انہوں نے گھبرا کر پوچھا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ آج سے چند سال پہلے میں یہاں بالکل گمنامی کی حالت میں پڑا تھا اور قادیان کا دور افتادہ گاؤں لوگوں کی نظروں سے بالکل مستور تھا۔ اس وقت خدا نے مجھے خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بڑی شہرت دے گا اور لوگ دور دراز سے تیری ملاقات کے لئے آئیں گے اور تیری نصرت کے لئے دور دراز سے سامان پہنچیں گے۔ پھر اس کے بعد میری سخت مخالفت ہوئی مگر باوجود اس مخالفت کے خدا نے اپنے وعدہ کو پورا کر کے دکھا دیا چنانچہ آپ صاحبان کا یہاں آنا بھی اس پیشگوئی کے ماتحت ایک خدائی نشان ہے ورنہ کہاں امریکہ اور کہاں قادیان

اس پر یہ لوگ بہت گھبرائے کہ ہم اپنے منہ سے ایک بات کہہ کر خود ہی پکڑے گئے۔‘‘

(الحکم 10 اپریل 1908ء نمبر 26 جلد 12 صفحہ 1)

25 /اپریل 1908ء: آخری رفیق: حضرت میاں جہان خان صاحب آف مانگٹ اونچا تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ آخری رفیق ہیں جنہیں دستی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی تحریری بیعت اخبار بدر 25/اپریل 1907ء صفحہ 11 پر شائع ہوئی۔ انہوں نے ایک بار خود بیان فرمایا کہ ’’حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب لاہور تشریف لائے تو انہوں نے حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر دستی بیعت کی تھی۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 532)

27 /اپریل 1908ء: سفرِ لاہور اور وفات کے الہامات کا اعادہ: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔ ان ایام میں ہماری والدہ صاحبہ کی طبیعت علیل رہتی تھی اور ان کی خواہش تھی کہ لاہور جا کر کسی ماہر لیڈی ڈاکٹر کو دکھا کر علاج کرائیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام غالباً اپنی طبیعت کے کسی مخفی اثر کے ماتحت اس وقت سفر اختیار کرنے میں متامل تھے۔ لیکن آخر آپ والدہ صاحبہ کے اصرار پر تیار ہو گئے۔ یہ اپریل 1908ء کے آخری ایام تھے۔ لیکن ابھی آپ قادیان میں ہی تھے اور دوسرے دن روانگی کی تیاری تھی 25 اور 26 اپریل کی درمیانی شب کو آپ کو یہ الہام ہوا کہ:۔

مباش ایمن از بازیٔ روزگار ــــــ زمانے کے کھیل سے بے خوف نہ رہ

یہ ایک چونکا دینے والا الہام تھا اور چونکہ اتفاق سے اس دن ہمارے چھوٹے بھائی کی طبیعت بھی علیل ہو گئی اس لئے آپ پھر متامل ہو گئے اور اس دن کی روانگی ملتوی کر دی۔ لیکن چونکہ اِدھر والدہ صاحبہ کی خواہش تھی اور اُدھر الہام میں کوئی تعیین نہیں تھی اور بھائی کی حالت میں بھی افاقہ تھا اس لئے آپ دوسرے دن یعنی 27/اپریل 1908ء کو قادیان سے روانہ ہو گئے۔ (سلسلہ احمدیہ صفحہ 177)

قیام لاہور کا پہلا دن:۔ 30/اپریل 1908ء حضور علیہ السلام کا پہلا دن تھا جب کہ ابھی پوری طرح یکسوئی اور سکون میسر نہیں آسکا تھا مگر اس دن سے ہی حضور نے پوری قوت سے پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس روز فرمایا۔

’’ہمیں خدا نے ایک پکا وعدہ دیا ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں اور وہ یہ ہے کہ **"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"** نیز فرمایا:

’’جب بات حد سے بڑھ جاتی ہے تو فیصلہ کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ ہمیں ’’دعوت الی اللہ‘‘ کرتے ہوئے چھبیس سال ہوئے اور جہاں تک ممکن تھا ہم ساری ’’دعوت‘‘ کر چکے ہیں اب وہ خود ہی کوئی ہاتھ دکھلاوے گا اور فیصلہ کرے گا۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 527)

2/مئی 1908ء ہم اپنا کام ختم کر چکے ہیں: ہم نے اپنی زندگی میں کوئی کام دنیوی نہیں رکھا۔ ہم قادیان میں ہوں یا

لاہور میں جہاں ہوں ہمارے انفاس اللہ ہی کی راہ میں ہیں معقولی رنگ میں اور منقولی طور سے تو اب ہم اپنے کام کو ختم کر چکے ہیں۔ کوئی ایسا پہلو نہیں رہ گیا جس کو ہم نے پورا نہ کیا ہو۔ البتہ اب تو ہماری طرف سے دُعائیں باقی ہیں۔ خدا نے بھی کوئی امر باقی اُٹھا نہیں رکھا۔ معجزات اس کثرت اور ہیبت سے دکھائے ہیں کہ دشمن ان کی عظمت اور شوکت کو مان گئے ہیں۔ اب اگر کوئی ہدایت نہ پاوے تو یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 579)

شہزادہ سلطان ابراہیم صاحب اور مسٹر محمد علی صاحب جعفری کی ملاقات

"ان دنوں شیرانوالہ گیٹ لاہور میں احمد شاہ ابدالی کی نسل میں سے ایک دوست رہتے تھے جن کا نام شہزادہ سلطان ابراہیم تھا 2 رمئی کو نماز عصر کے بعد شہزادہ صاحب موصوف حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ان کو فارسی زبان میں دعوت الی اللہ فرمائی۔

"اسی روز مسٹر محمد علی جعفری ایم۔اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج بھی ملاقات کے لئے آئے تو انہیں مخاطب کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے ایک پر معارف تقریر فرمائی۔ نیز بتایا۔ "ہم نے زبانی اور تحریری طور پر اپنا کام پورا کر دیا ہے اور دنیا میں شاید ہی کوئی کہہ سکے کہ اسے ہماری "دعوت الی اللہ" نہیں ہوئی یا ہمارا دعویٰ نہیں پہنچا۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 527)

9 رمئی 1908ء: (الہامات):۔ "(۱) رُرنگ (۲) اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ"

ترجمہ: کوچ کا وقت آ گیا ہے ہاں کوچ کا وقت آ گیا۔

12 مئی 1908ء پروفیسر کلیمنٹ ریگ کی حضور سے ملاقات

"حضرت اقدسؑ جب لاہور میں تشریف لائے تو انگلستان کے ایک مشہور سیاح، ہیئت دان اور لیکچرار جو بہت مدت تک آسٹریلیا میں گورنمنٹ کے صیغہ ہیئت میں ملازمت کر چکے تھے وہ بھی اتفاق سے لاہور آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ریلوے اسٹیشن لاہور کے قریب علم ہیئت پر میجک لینٹرن کے ذریعہ ایک لیکچر دیا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی اس لیکچر میں موجود تھے۔ لیکچر ختم ہونے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اس پروفیسر سے حضرت اقدس علیہ السلام کے دعاوی اور دلائل کا ذکر کیا۔ پروفیسر صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کی ملاقات کا شوق ظاہر کیا چنانچہ وہ اور اُس کی میم صاحب دو دفعہ حضرت اقدس علیہ السلام کی ملاقات کے لئے احمدیہ بلڈنگس میں آئے اور جن سوالات کا وہ تسلی بخش جواب کہیں سے بھی حاصل نہیں کر سکے تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت اقدس سے ملاقات کے نتیجہ میں انہیں اپنے سوالوں کے تسلی بخش جواب مل گئے اور وہ حضور علیہ السلام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ "مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور

تسلی بخش ملنے پر بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے اطمینان کامل حاصل ہوگیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے سوا کسی میں نہیں“

(حیات طیبہ صفحہ 348)

15 رمئی 1908ء: میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر کی ملاقات

”میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر جو بعد میں سر فضل حسین صاحب کہلائے اور کئی سال تک گورنمنٹ آف انڈیا میں وزارت کے جلیل القدر عہدہ پر متمکن رہے آپ ایک شریف النفس انسان تھے اور یوں تو تمام بنی نوع کے ہمدرد تھے لیکن مسلمان قوم کی مظلومیت ان سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کی دُنیوی حالت کو سنوارنے کی ازحد کوشش کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ آپ 15 رمئی 1908ء کو حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعض سوالات کئے جن کے حضرت اقدس نے نہایت ہی تسلی بخش جوابات دیئے۔ (حیات طیبہ 349)

17 رمئی 1908ء

الہام: ”مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار“ ترجمہ: ناپائیدار عمر پر بھروسہ مت کر۔

نوٹ: اس الہام میں سن وفات بھی بتایا گیا ہے چنانچہ اس کے اعداد ۱۳۲۶ ہیں (مرتب)

17 مئی 1908ء پبلک لیکچر اور رؤسائے لاہور کو پیغام: قیام لاہور کے عرصہ میں 17 مئی ایک یادگاری دن تھا۔ کیونکہ اس روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق لاہور کے عمائد و رؤساء کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ حضور علیہ السلام کی طبیعت 16 رمئی کی شب کو اسہال کے باعث بہت ناساز ہوگئی تھی اور یہ امید نہ رہی کہ حضور خود تقریر فرما سکیں گے۔ چنانچہ اسی خیال سے حضور نے حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب کو ارشاد فرمایا کہ معزز مہمانوں کو کچھ سنادیں اور انہوں نے تقریر شروع بھی کر دی تھی۔ مگر صبح کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی کہ ”............“ (میں اپنے ...... کے ساتھ کھڑا ہوں) چنانچہ حضور وعدہ الٰہی کے مطابق غیبی طاقت و قوت پا کر بنفس نفیس تشریف لے آئے اور 11 بجے سے ایک بجے بعد دوپہر تک بڑی پر زور اور مؤثر تقریر فرمائی۔ بارہ بجے حضور نے فرمایا اگر آپ چاہیں تو میں تقریر بند کر دوں آپ کھانا کھا لیں۔ مگر تمام معزز سامعین نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ نہیں آپ تقریر جاری رکھیں وہ کھانا تو ہم روز کھاتے ہیں مگر یہ روحانی غذا پھر کہاں میسر آئے گی۔ الغرض ایک بجے کے بعد حضور علیہ السلام کی یہ پر معارف تقریر ختم ہوئی۔ اس تقریر میں حضور علیہ السلام نے صوبہ کے صدر مقام کے معزز مسلمانوں اور تعلیمیافتہ رؤسا پر اتمام حجت کر دی۔

اس جلسہ دعوت میں لاہور کے بڑے بڑے رؤسا، امراء، وکلاء، بیرسٹر اور اخبارات کے ایڈیٹر مدعو تھے جن میں سے اکثر غیر احمدی تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی بے نظیر تقریر سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ یہ جلسہ سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے نچلے صحن میں منعقد ہوا اور کھانے کا انتظام خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں کیا گیا تھا۔“

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 530)

20 مئی 1908ء الہام "اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ وَالْمَوْتُ قَرِیْبٌ۔"

ترجمہ: اب کوچ کا وقت آ گیا۔ ہاں کوچ کا وقت آ گیا اور موت قریب ہے۔ (تذکرہ صفحہ 640)

25 مئی 1908ء: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری تقریر

"اہلحدیث عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضورؑ کی خدمت میں رقعہ بھجوایا کہ وہ مسائل متنازعہ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت اقدس علیہ السلام "پیغام صلح" لکھنے میں مصروف تھے اس لئے حضورؑ نے 25 مئی 1908ء کو مولوی محمد احسن صاحب کو تبادلہ خیالات کرنے کا ارشاد فرمایا۔ رقعہ ملنے کے وقت چونکہ حضور اپنے خدام میں تشریف فرما تھے اس لئے حضور نے اسی وقت حیات مسیحؑ کے رد میں ایک مفصل تقریر بھی کی۔

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری تقریر تھی جو آپ نے بڑے زور اور خاص جوش سے فرمائی۔ دوران تقریر حضور کا چہرہ اس قدر روشن اور درخشاں ہو جاتا تھا کہ نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں جاتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر میں ایک خاص اثر اور جذب تھا۔ رعب، ہیبت اور جلال اپنے کمال عروج پر تھا۔ بعض خاص خاص تحریکات اور موقعوں پر ہی یہ شان دیکھنے میں آئی ہو گی جس کا ظہور اس دن ہو رہا تھا۔ اس تقریر کے بعد حضورؑ نے کوئی تقریر نہیں فرمائی۔" (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 532)

اتحاد اقوام کے لئے آخری کتاب "پیغام صلح" کی تصنیف

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قیام لاہور کے دوران میں صرف تقاریر کے ذریعہ سے ہی اتمام حجت نہیں فرمائی بلکہ حضور نے ان دنوں ایک عظیم الشان رسالہ "پیغام صلح" بھی لکھا جو حضور کی آخری تصنیف تھی۔ حضور کے لکھے ہوئے مسودہ کو ساتھ ہی ساتھ کاتب بھی لکھتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ نماز عصر کے بعد حسب معمول تشریف فرما تھے اور احباب جھرمٹ ڈالے بیٹھے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی موجود تھے۔ کاتب مضمون لکھ رہا تھا اور خواجہ صاحب اپنی نگرانی میں لکھوا رہے تھے۔ حضورؑ نے پوچھا کہ خواجہ صاحب مضمون کا کیا حال ہے؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور کاتب لکھ رہا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ "خواجہ صاحب جلدی کیجئے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری صحت کا کیا حال ہے۔ بہر حال مشیت الٰہی میں جتنا حصہ لکھا جانا مقدر تھا وہ جب تک پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا حضورؑ کی وفات نہیں ہوئی۔

اس کتاب میں آپ نے فرمایا

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے

ہیں۔'' (پیغام صلح۔روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

قربِ وفات کے متعلق آخری الہام: حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''پیغام صلح'' کی تصنیف میں مصروف تھے کہ 20 رمئی 1908ء کو آپ کو یہ الہام ہوا کہ:۔ اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ وَالْمَوْتُ قَرِیْب یعنی کوچ کا وقت آ گیا ہاں کوچ کا وقت آ گیا ہے اور موت قریب ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں۔

''یہ الہام اپنے اندر کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دانستہ اس کی کوئی تشریح نہیں فرمائی لیکن ہر سمجھدار شخص سمجھتا تھا کہ اب مقدر وقت سر پر آ گیا ہے۔ اس پر ایک دن حضرت والدہ صاحبہ نے گھبرا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ اب قادیان واپس چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم اُسی وقت جائینگے جب خدا لے جائیگا اور آپ بدستور پیغام صلح کی تقریر کے لکھنے میں مصروف رہے بلکہ آگے سے بھی زیادہ سرعت اور توجہ کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔ **بالآخر 25 رمئی کی شام** کو آپ نے اس مضمون کو قریباً مکمل کر کے کاتب کے سپرد کر دیا اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حسب طریق سیر کے خیال سے باہر تشریف لائے۔ ایک کرایہ کی گھوڑا گاڑی حاضر تھی جو فی گھنٹہ مقررہ شرح کرایہ پر منگائی گئی تھی۔ آپ نے اپنے ایک مخلص رفیق شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے فرمایا کہ اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سے سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک گھنٹہ کے کرایہ کے پیسے ہیں۔ وہ ہمیں صرف اتنی دور لے جائے کہ ہم اس وقت کے اندر اندر ہوا خوری کر کے گھر واپس پہنچ جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اور آپ تفریح کے طور پر چند میل پھر کر واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ کو کوئی خاص بیماری نہیں تھی صرف مسلسل مضمون لکھنے کی وجہ سے کسی قدر ضعف تھا اور غالباً آنے والے حادثہ کی کے مخفی اثر کے ماتحت ایک گونا ربودگی اور انقطاع کی کیفیت طاری تھی۔ آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر آرام کے لئے لیٹ گئے۔'' (سلسلہ احمدیہ صفحہ 182)

26 رمئی 1908ء: آخری بیماری اور وصالِ اکبر

''صبح کی نماز کا وقت ہوا تو نحیف آواز میں دریافت فرمایا ''کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟'' ایک خادم نے عرض کیا۔ ہاں حضور ہو گیا اس پر آپ نے بستر کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمم کے رنگ میں چھو کر لیٹے لیٹے ہی نماز کی نیت باندھی۔ مگر اسی دوران میں بیہوشی کی حالت ہو گئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو پھر پوچھا ''کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟'' عرض کیا گیا ہاں حضور ہو گیا ہے۔ پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔ اس کے بعد نیم بیہوشی کی کیفیت طاری رہی مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ ''اللہ میرے پیارے اللہ'' سنائی دیتے تھے۔ اور ضعف لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا تھا۔

آخر دس بجے صبح کے قریب نزع کی حالت پیدا ہو گئی اور یقین کر لیا گیا کہ اب بظاہر حالات بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس وقت تک حضرت والدہ صاحبہ نہایت صبر اور برداشت کے ساتھ دعا میں مصروف تھیں اور سوائے ان الفاظ کے اور

کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہیں آیا تھا کہ ’’خدایا! ان کی زندگی دین کی خدمت میں خرچ ہوتی ہے تو میری زندگی بھی ان کو عطا کر دے‘‘ لیکن اب جب کہ نزع کی حالت پیدا ہوگئی تو انہوں نے نہایت دردبھرے الفاظ سے روتے ہوئے کہا ’’خدایا! اب یہ تو ہمیں چھوڑ رہے ہیں لیکن تو ہمیں نہ چھوڑیو۔‘‘ آخر ساڑھے دس بجے کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دو لمبے لمبے سانس لئے اور آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اپنے ابدی آقا اور محبوب کی خدمت میں پہنچ گئی۔‘‘

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 182، 184)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا عہد

’’حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس موقعہ پر نہ صرف صبر کا عدیم النظیر نمونہ دکھایا بلکہ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہوکر یہ عہد کیا کہ:۔ ’’اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں اور میں اکیلا رہ جاؤں تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔‘‘

27 مئی 1908ء تکفین و تدفین اور قدرتِ ثانیہ کا ظہور: ’’جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات 26 مئی 1908ء کو بروز منگل بوقت ساڑھے دس بجے ہوئی تھی اسی وقت تجہیز و تکفین کی تیاری کی گئی۔ اور جب غسل وغیرہ سے فراغت ہوئی تو تین بجے بعد دوپہر حضرت مولوی نور الدین صاحب نے لاہور کی جماعت کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں نماز جنازہ ادا کی اور پھر شام کی گاڑی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ بٹالہ پہنچایا گیا جہاں راتوں رات روانہ ہو کر مخلص دوستوں نے اپنے کندھوں پر اُسے صبح کی نماز کے قریب بارہ میل کا پیدل سفر کر کے قادیان پہنچایا۔ قادیان پہنچ کر آپ کے جنازہ کو اس باغ میں رکھا گیا۔ جو مقبرہ بہشتی کے ساتھ ہے اور لوگوں کو اپنے محبوب آقا کی آخری زیارت کا موقعہ دیا گیا اور پھر 27 مئی 1908ء کو قریباً بارہ سو احمدیوں کی موجودگی میں جن میں ایک کافی تعداد باہر کے مقامات سے آئی ہوئی تھی حضرت مولوی نور الدین صاحب بھیروی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا اور آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ الہام پورا ہوا کہ ’’ستائیس ۲۷ کو ایک واقعہ ہمارے متعلق‘‘ (سلسلہ احمدیہ صفحہ 186، 187)

جنازہ، آخری زیارت اور تدفین: ’’بیعت خلافت ہو چکی تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (......) نے کچھ وقفہ بعد حضرت مرزا سلطان احمد صاحب (......) کے مملوکہ باغ میں کنوئیں کے قریب نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت رقت کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف سے گریہ وزاری کی آواز اٹھ رہی تھی۔ نماز عصر کے بعد سب خدام نے یکے بعد دیگرے حضور علیہ السلام کے نورانی چہرہ کا آخری دیدار کیا۔ آخری زیارت کرانے کی یہ خدمت حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے حصہ میں آئی۔ حضور کا جسد اطہر اس وقت اس مکان کے درمیانی کمرہ میں جنوبی دیوار کے دونوں مغربی دروازوں کے درمیان رکھا ہوا تھا جو بہشتی مقبرہ

کے شمال مغرب کی طرف ہے۔ نعش مبارک اس چارپائی پر رکھی ہوئی تھی جو لاہور سے ساتھ لائی گئی تھی۔ حضرت بھائی صاحب (......) چارپائی کے شمال میں حضور علیہ السلام کے سر مبارک کی طرف زمین پر بیٹھ گئے۔ پہلے مردوں نے پھر مستورات نے زیارت کی۔ احباب صحن کی طرف مغربی دیوار کے جنوبی حصہ میں لگے ہوئے دروازہ سے صحن میں اور صحن سے کمرہ میں آتے اور زیارت کر کے کمرہ کے شمالی دروازہ سے باہر نکلتے جاتے۔ حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر نور برس رہا تھا اور جسم مقدس پر گرمی کے اثرات کا کچھ بھی اثر نہ تھا۔

''حضرت اماں جان'' اس وقت صحن کے جنوب مغربی حصہ میں خواتین کے مجمع میں تشریف فرما تھیں۔ آخری رات کے بعد نعش مبارک صحن کے مشرقی دروازہ سے نکال کر مدفن تک لے جائی گئی اور کوئی چھ بجے کے قریب حضور علیہ السلام کا جسد مبارک سینکڑوں اشکبار آنکھوں اور غمزدہ دلوں کے ساتھ بہشتی مقبرہ کی خاک مقدس کے سپرد کر دیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 558، 559)

صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب (......) کو حادثہ کی الہامی اطلاع

''سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے ایام میں صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب جالندھر میں افسر مال کی حیثیت میں متعین تھے۔ حضور کی وفات سے پیشتر آپ باہر اپنے حلقہ میں دورہ پر تھے۔ دورہ ختم کر کے آپ واپس گھوڑے پر سوار جالندھر کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں آپ کو یکایک الہام ہوا ''ماتم پرسی'' آپ گہری سوچ میں پڑ کر بدستور چلتے چلے گئے کہ راستہ میں دوبارہ یہی الہام ہوا اب خیالات بہت پراگندہ ہو گئے قیاس کیا کہ شاید تائی صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہو مگر ابھی گھوڑے پر سوار چلتے گئے کہ تیسری مرتبہ پھر الہام ہوا۔ ''ماتم پرسی'' جس پر آپ سخت خوفزدہ ہو گئے اور فوراً گھوڑے سے اتر کر راستہ میں ہی زمین پر بیٹھ گئے اور سخت پریشانی میں سوچنے لگے کہ اس الہام کا مطلب کیا ہے۔ آخر گہرے سوچ بچار کے بعد دل میں یہ سوال اٹھا کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے ماتم پرسی ہو تو لازمی ہے کہ یہ کسی اعلیٰ اور ارفع ہستی کی موت اور وصال سے وابستہ ہے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ آپ کو قطعی یقین ہو گیا کہ بس یہ حضرت والد صاحب (مسیح موعود علیہ السلام) کا وصال ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف فوراً قادیان روانہ ہو گئے۔ جب آپ جالندھر سے امرتسر پہنچے تو اسٹیشن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ بھی پہنچ چکا تھا۔'' (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 550، 551)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی پہلی تقریر: آپ نے فرمایا

''میری پچھلی زندگی پر غور کر لو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے زیادہ واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہشمند نہیں۔ میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہشمند نہیں اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ

سے راضی ہو جائے۔اس خواہش کے لئے مَیں دعائیں کرتا ہوں قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اس فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔اس لئے مَیں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔اوّل میں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں اسی طرح خدمت گزاران دین میں سے سید محمد احسن صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔"

"اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو مَیں طوعاً وکرہاً اس بوجھ کو اُٹھاتا ہوں۔وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں اُن میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے والے واعظین کے بہم پہنچانے اور اُن امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے کو شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات۔دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی۔اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اُٹھاتا ہوں جس نے فرمایا۔وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔جس کا کوئی رئیس نہیں۔وہ مرچکی۔"

(الحکم 6رجون 1908ء صفحہ 7،8)

18ستمبر 1908ء حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا مدرسہ احمدیہ سے خطاب:

"طلباء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ایدہ اللہ بروح القدس نے اپنے معمولی درس قرآن مجید کے علاوہ ارادہ فرمایا ہے کہ وقتاً فوقتاً طلباء مدرسہ کو خصوصیت سے ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ بعد مغرب خطاب کریں۔آپ نے فرمایا کہ یہ تحریک میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوئی ہے ورنہ ہر روز آپ وعظ فرماتے ہیں طلباء مدرسہ کو یہ خصوصیت اور امتیاز قابل ناز ہے کہ اُن کے امام نے اُن کے لئے اپنے گرامی اوقات سے کچھ حصہ مخصوص کیا جو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں حاصل نہ تھا۔اس سے اُن والدین کو کیسی خوشی ہو سکتی ہے۔جنہوں نے اپنے بچوں کو مدرسہ تعلیم الاسلام میں بھیجا ہے۔مدرسہ کی خصوصیت باعث فخر ہے۔"

(الحکم 18رستمبر 1908ء صفحہ 6)

17راکتوبر 1908ء "الحکم" نے لکھا:حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مدظلہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں اور برکات سے حصہ لے رہے ہیں 20ررمضان المبارک کی صبح کو آپ بیت الذکر میں معتکف ہوئے۔آپ نے ارادہ فرمایا ہے کہ آپ اسی عشرہ میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر سنائیں گے۔یعنی پورے قرآن مجید کا۔چنانچہ آپ نے شروع کردیا ہے۔آپ کے ساتھ ہی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور میر محمد اسحاق صاحب بھی معتکف ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے خاص برکات سے بہرہ ور فرمائے۔

(الحکم 17راکتوبر 1908ء صفحہ 6)

25 دسمبر: دارالکتب احمدیہ کا افتتاح: ''مدت سے انجمن تشحیذ الاذہان کوشش کر رہی تھی کہ اپنے ماتحت ایک دارالکتب کھولیں مگر بعض وجوہات سے وہ ایک وقت تک کامیاب نہ ہو سکی۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر پھر دارالکتب کا سوال انجمن میں پیش ہوا اور مناسب سمجھا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار میں ایک لائبریری کھولی جاوے اور اب ہم خدائے تعالیٰ کے فضل سے خوشی سے اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ 25 دسمبر 1908ء کو بروز جمعہ اس دارالکتب کا افتتاح ہو گیا۔ (تشحیذ الاذہان دسمبر 1908ء)

مولانا محمد اسمٰعیل فاضل صاحب کی بیعت: ''ماموریت کے اس آخری سال میں جو بزرگ ''رفقاء'' کے مقدس زمرہ میں شامل ہوئے ان میں سب سے ممتاز مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل حلال پوری تھے۔ آپ نے 17 جنوری 1908ء کو تحریری اور 13 اپریل 1908ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی۔ قبول احمدیت کی راہ میں آپ کو بڑی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ مگر آپ اس پامردی اور استقلال سے ایمان پر قائم رہے کہ کئی پہلے آنے والوں سے بھی اپنے اخلاص فدائیت میں بہت آگے نکل گئے۔ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

آپ 6 نومبر 1883ء کو پیدا ہوئے نومبر 1904ء میں بمقام لاہور حضور علیہ السلام کی پہلی مرتبہ زیارت کی۔ 28 جنوری 1909ء سے قادیان میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور مدرسہ احمدیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ 1939ء میں ''جامعہ احمدیہ'' میں سالہا سال تک پروفیسر رہنے کے بعد ریٹائر ہوئے۔ سلسلہ احمدیہ کے اعلیٰ پایہ کے عالم، بہت بڑے محقق، علوم شرقیہ کے ماہر نہایت منکسر المزاج، بے نفس اور بالغ نظر بزرگ تھے۔ سلسلہ کے بہت سے علماء بلکہ متعدد افراد خاندان مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے تقویم ہجری وشمسی کے لئے جو کمیٹی مقرر کی تھی اس میں سب سے اہم کام کرنے والے رکن آپ تھے۔ اسی طرح کشوف والہامات مسیح موعود علیہ السلام کی ترتیب وتدوین میں آپ نے نمایاں حصہ لیا بلکہ اس اہم خدمت کے اصل انچارج اور ذمہ دار آپ ہی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت سے سفروں میں ہم رکاب رہے کیونکہ آپ کو علوم عربی کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں اور سلسلہ کے خصوصی مسائل پر غیر معمولی عبور تھا۔ آپ نے متعدد کتابیں لکھیں جو احمدیہ لٹریچر میں عمدہ اضافہ ہیں۔ مثلاً ''تنویر الابصار''۔ ''دورد شریف'' ''محامد خاتم النبیین''۔ ''تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب''۔ ''اہل پیغام کے بعض کارنامے'' ''نشان رحمت''۔

8 اپریل 1940ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل کے علاوہ پنجابی کے مشہور شاعر مولوی محمد دلپذیر صاحب اور ان کے بیٹے ڈاکٹر منظور احمد صاحب بھی حضور کی بیعت کر کے زمرہ ''رفقاء'' میں شامل ہوئے۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 521)

☆ ☆ ☆

دنیا میں دکھ اور الم کیوں ہے؟

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

(گذشتہ سے پیوستہ)

ان تمام سائنسی تحقیقات اور دریافتوں کے پس منظر میں تکلیف اور بے آرامی سے چھٹکارا پانے کی ایک مستقل جدوجہد ہے جو کارفرما ہے۔ سائنسی تحقیق اور دریافتوں کے محرکات آرام کے حصول کی خواہش پر اس قدر مبنی نہیں جس قدر تکلیف سے نجات حاصل کرنے پر۔ تعیش دراصل ہے کیا؟ یہ بے آرامی کی حالت سے نسبتاً آرام کی حالت کی طرف جانے کے رجحان میں وسعت کا نام ہے۔

آیئے ایک بار پھر ان معصوم اور دکھی لوگوں کے معاملہ پر مزید غور کریں۔ مثلاً پیدائشی نقائص کے حامل نومولود بچے یا وہ بچے جو بعد میں ٹائیفائیڈ یا کسی اور معذور کر دینے والی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اندھے، بہرے یا گونگے ہو جاتے ہیں اور جزوی یا مکمل طور پر مفلوج ہو جاتے ہیں۔ جن بچوں کے مرکزی اعصابی نظام کو دوران پیدائش نقصان پہنچ جاتا ہے ان کی حالت مزید بگڑ سکتی ہے اور اس کا نتیجہ دماغی امراض کی صورت میں نکلا کرتا ہے۔ اب کیا یہ سوال درست ہوگا کہ کیوں ایک بچہ مثلاً زید یا بکر تو اس تکلیف میں مبتلا ہے اور عمر یا خالد نہیں؟ علیٰ ہذا القیاس ''الف'' یا ''ب'' کیوں بیمار ہے اور ''ج'' اور ''د'' کیوں نہیں؟ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا چلا جائے گا۔ درست سوال صرف یہ ہوسکتا ہے کہ آخر کوئی بھی بچہ اس طرح کیوں بیمار ہوتا ہے؟ اس صورت میں خالق کے پاس ایک ہی راہ باقی رہ جاتی ہے کہ یا تو تمام بچوں کو یکساں صحت مند پیدا کرے یا غیر صحت مند۔ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بچے کی صحت بذات خود ایک نسبتی قدر ہے۔ شاید ہی دو بچے ایسے ملیں جن کی ذہنی و جسمانی صحت اور تمام اعضاء یکساں ہوں۔ دکھ اور تکلیف کے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے خالق کے متعلق بھی ایک موزوں سوال اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر ایک بچہ جو چھوٹی چھوٹی آنکھیں، ایک بڑی بھدی سی ناک اور دوسرے غیر متناسب نقوش لے کر پیدا ہوا تو کیا وہ اپنے دوسرے خوش نصیب ساتھیوں کی خوبیاں دیکھ کر عمر بھر دکھی نہیں رہے گا؟

صحت اور شکل وصورت کا یہ اختلاف بہت سے لوگوں کو اذیت میں مبتلا کر دے گا۔ کیا مطلق انصاف اور ایمانداری کا یہ تقاضا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو صحت اور ظاہری خدوخال میں یکساں پیدا کرتا۔ فکری اور قلبی استعدادوں اور رجحانات کے موازنہ کو بھی شامل کرلیں تو اعلیٰ اور ادنیٰ کا باہمی تضاد بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ دونوں انتہاؤں کو چھوڑ کر عام

انسانوں سے معمولی فرق بھی انصاف کے خلاف دکھائی دینے لگے گا۔ یکسانیت کو ختم کر کے تنوع پیدا کرنے کے لئے آخر کہیں سے تو ابتداء کرنا ہوگی۔ تنوع اور تفاوت کی نسبت سے تکلیف اور راحت بھی لازماً پیدا ہوگی۔ معذور بچوں کے لئے رحم کے نام پر ترتیب کائنات کے خلاف اعتراض اور چیز ہے لیکن اس سکیم کو بظاہر زیادہ ہمدردانہ اور انصاف پر مبنی سکیم سے بدل دینا ایک اور چیز۔ انسان ابتدائے آفرینش سے موجود کائنات کی اس سکیم کو بدلنے کی کوشش تو کر سکتا ہے لیکن اس کا نعم البدل پیش کرنے کے قابل ہرگز نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر ہم اسی سوال کی طرف واپس لوٹتے ہیں کہ کوئی بیماری اور تکلیف آخر ہے کیوں؟ اور یہ کیوں ناگزیر ہے؟ اس سوال کا ایک جواب ہم پہلے ہی اوپر دے چکے ہیں۔

آیئے ایک دہریہ اور ایک مومن کے نقطۂ نگاہ سے اس مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔ منطقی لحاظ سے دہریوں کے لئے نہ تو کوئی حل طلب مسئلہ موجود ہے اور نہ ہی کوئی ایسا سوال جس کا جواب مطلوب ہو۔ کیونکہ بقول ان کے وہ اپنی ہستی کے لئے کسی خالق کے محتاج نہیں۔ نیز اگر انہیں اس اتفاقی تخلیق میں کوئی نقص نظر آتا ہے تو اصولاً کوئی خالق اُن کے سامنے جوابدہ نہیں۔ ہر تکلیف، ہر شامت اعمال اور ہر خوشی کی غیر مساویانہ تقسیم کے لئے صرف چانس یا اتفاق کو ہی ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے اور اس سے صدیوں پرانی بحث کا خاتمہ ممکن ہے۔ دہریوں کے نزدیک چونکہ اصل خالق چانس یا اتفاق ہے، خواہ اس کا نام نیچر ہی کیوں نہ رکھ لیں۔ جس میں نہ تو شعور ہے نیز یہ بہرہ، گونگا، اندھا اور بے ترتیب ہے، اس لئے اگر اس بے ترتیبی میں کوئی نقص رہ جائے تو اسے مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ کسی خالق کے بغیر اتفاقیہ پیدائش بغیر کسی ترتیب، دلیل یا سمت کے لازماً اندھی ہوگی۔

جو لوگ خدا تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں جو خالق ہے ان کے لئے اس جامع منصوبہ کی حکمت اور دانائی کو تسلیم کرنے میں بھی کوئی مشکل نہیں ہونی چاہئے کیونکہ انہیں اس تخلیق میں ایک واضح سمت، توازن اور مقصد نظر آتا ہے۔ اتنی مہارت سے ترتیب دیئے گئے اس رنگا رنگ اور معطر گلدستے میں کہیں کوئی ایک آدھ کانٹا بھی موجود ہو تو کیا اسے بدصورت کہا جا سکتا ہے؟

اگر دہریہ کا وہم درست ہو تو معصوم اور دکھی لوگوں کے لئے نجات کا واحد راستہ صرف موت ہے۔ لیکن تخلیق کے بارہ میں اگر مومن کا نظریہ درست ہو تو اس صورت میں موت ایک بالکل مختلف انداز میں نجات دہندہ بن جاتی ہے۔ ان کے لئے موت ایک نئی زندگی کی ابتداء ہے جو ان مبتلائے آزار معصوم لوگوں پر لامحدود جزا کے دروازے کھول دیتی ہے۔ اگر وہ اس جزا کا تصور کر سکتے ہوں جو اس دنیوی زندگی میں پہنچنے والی عارضی اذیت کی تلافی کے طور پر ان کی منتظر ہے تو وہ مانند ہے جو راحت اور خوشی کی ابدی زندگی کے رستے میں انہیں اٹھانا پڑی ہے۔

ممکن ہے کہ کچھ لوگ پھر بھی مطمئن نہ ہوں اور مصر ہوں کہ چونکہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ ہی موت کے بعد کوئی جزا سزا، اس لئے ان کے نزدیک اس جواب کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس سوال پر بحث فضول ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سوال صرف اس صورت میں ہی زیر بحث لایا جا سکتا ہے جب پہلے خدا تعالیٰ کو خالق تسلیم کر لیا جائے۔ اخلاقیات اور کسی امر

کے اچھا یا برا ہونے کا سوال صرف اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب ہستی باری تعالیٰ پر ایمان بھی ہو۔ اگر خدا ہے تب ہی مذکورہ بالا طریق سے تلافی ممکن ہے اور اسے منسوخ کرنا بھی نہیں جا سکتا۔ اور اگر خدا نہیں ہے تو اتفاقی طور پر پہنچنے والی اذیت پر کسی کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ اس صورت میں ہمیں زندگی اور متعلقہ امور کو محض ایک بے معنی، بے سمت اور بے مقصد اتفاقی سانحہ کے طور پر قبول کرنا ہوگا۔ اور دکھ یا اذیت کو قدرت کے ایک ایسے جزو لاینفک کے طور پر قبول کرنا ہوگا جس سے مفر نہیں اور انسان کو ہر صورت میں اذیت کے ساتھ زندگی گزارنے کا ڈھنگ سیکھنا ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اذیت ارتقا کی قوت متحرکہ کا نہایت اہم جزو ہے۔ تاہم اس امر کا فیصلہ ہونا باقی ہے کہ ہستی کے شعور سے حاصل ہونے والی لذت اور اذیت کا توازن کیسے برقرار رکھا جائے؟ لذت اور اذیت کی اس سادہ مساوات میں اگر رنج والم کا پلہ بھاری رہے تو اکثریت دکھ کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی بجائے شعوری سطح پر اپنی شناخت کو ضائع کرنا ہی پسند کرے گی تو اس صورت میں کائنات کے اس منصوبہ کی حکمت ہی بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ حالانکہ حقیقی زندگی میں ہمارا مشاہدہ مندرجہ بالا مفروضہ کے بالکل برعکس ہے۔ زندگی بسا اوقات اپنے وجود کے شعور کے ساتھ ہر قیمت پر چمٹی رہتی ہے خواہ کتنی ہی تکلیف اور دکھ کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔ غالب اصول تو یہی ہے تاہم بعض استثنائی صورتیں ہیں جو شاذ کالمعدوم کا حکم رکھتی ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ رنج والم کا تناظر بدلتا رہتا ہے۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو زاویہ ہائے نگاہ کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔ صحت مند لوگ کسی معذور بچے کی حالت کو انتہائی تکلیف دہ خیال کرتے ہیں لیکن وہ جو اس بچے سے بھی زیادہ تکلیف دہ حالت میں ہیں ان کے لئے اس کی حالت قابل رشک ہوتی ہے۔

وسیع تر تناظر میں زندگی کی ہر صورت اپنے سے نیچے یا اوپر کی حالتوں سے بالترتیب بہتر یا کمتر نظر آتی ہے۔ ارتقاء کے سفر میں ہمارا اقدار کا شعور بھی ادنیٰ سے اعلیٰ حالتوں کی طرف تبدیل ہوتا چلا گیا ہے۔ اگر ارتقاء کے اس ہمہ وقت ترقی پذیر رستے میں بلندی پر واقع مراحل کو کسی بلند تر مقام سے دیکھا جائے تو وہ بھی نسبتاً پست دکھائی دیتے ہیں۔ حیات کی اعلیٰ حالتوں کا ان قدروں سے چولی دامن کا ساتھ ہے جن کا شعور ارتقاء کے طویل عمل کے دوران حاصل ہوا۔ اقدار کی اس آگہی اور استعدادوں میں کسی قسم کی کمی یقیناً ایسی اذیت پر منتج ہوگی جو بذات خود ان کی ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔ اگر کیڑے کی زندگی کا حیات کی بعض اعلیٰ حالتوں سے موازنہ کریں اور پھر ان کا موازنہ جانوروں کی بعض مزید ترقی یافتہ انواع سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب کی استعدادیں یکساں نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر گلے سڑے نامیاتی مادہ اور گندگی پر پلنے والے کیڑے کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو گھاس کے وسیع میدانوں میں آزادی سے گھومتے پھرتے اور نرم گھاس چرتے ہوئے جنگلی گھوڑوں سے بہتر قرار نہیں دے سکتے۔ نہ ہی وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ان سے گھٹیا اور کم تر درجہ رکھتے ہیں۔ ہر دو انواع کے مختلف جہان ہیں

مختلف صلاحیتیں، مختلف ضروریات اور مختلف خواہشات ہیں بشرطیکہ کیڑے بھی خواہشات رکھتے ہوں۔

تاہم یہ عدم توازن کسی ناانصافی پر دلالت نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر چند ایسے ہٹے کٹے کیڑوں کا تصور کیجئے جو بظاہر اپنے ماحول سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہوں اور اپنی موجودہ صلاحیتوں پر قانع ہوں اور نہ ہی اپنے محسوسات سے ہٹ کر کوئی خواہش کر سکتے ہوں۔ اس کے باوجود اگر اذیت میں مبتلا بچے کو کسی کیڑے کی خوشحال زندگی سے بدلنے کی پیشکش کی جائے تو کیا وہ اس پر موت کو ترجیح نہیں دے گا؟

محض انسانی زندگی اور اس زندگی کی ان حالتوں کا شعور جن سے اسے نوازا گیا ہے، بالعموم اذیت کے احساس کو کم کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذیت بہر حال ایک نسبتی حالت ہے۔ اذیت کی بنیادی وجہ احساس محرومی ہے۔ جب معروف اور پسندیدہ اقدار کو نقصان پہنچتا ہے تو اذیت کا شعور جنم لیتا ہے۔

یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب انسان ان اقدار کی لذت کا مزہ چکھ چکا ہو یا دوسروں کو ان سے لطف اندوز ہوتے دیکھ چکا ہو۔ چنانچہ ان اقدار میں کمی جن سے کبھی وہ خود لطف اندوز ہو چکا ہو یا اوروں کو ان قدروں سے لطف اندوز ہوتا دیکھے لیکن خود اس لذت سے محروم ہو، یہ دونوں ایسے مضبوط عوامل ہیں جو اذیت کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ البتہ ان اقدار کی عدم موجودگی اذیت کا باعث نہیں بن سکتی جن کا انسان کو علم ہی نہ ہو۔ لہذا اگر اذیت محض کسی محرومی کی علامت نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حقیقت کے باوجود کہ اذیت کا ذمہ دار خاص صدمات کو ہی قرار نہیں دیا جا سکتا، گہرے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اذیت کا ہر احساس دراصل کسی محرومی کے احساس ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

حواس کی تخلیق اور ارتقاء، سود و زیاں، لذت اور اذیت کی اس لمبی اور نہ ختم ہونے والی کشمکش ہی کا نتیجہ ہے۔ یہ دونوں وہ موثر ترین مخفی تخلیقی عوامل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ہمارے حواس خمسہ انہی عوامل کی باہمی کشمکش کا نتیجہ ہیں جو لاکھوں سالوں پر محیط ارتقاء کے عمل کے دوران بتدریج معرض وجود میں آ گئے۔ راحت اور اذیت بذات خود نظام شعور کی تخلیق کا باعث نہیں ہیں۔ تکلیف اور خوشی از خود اعصابی نظام تخلیق نہیں کر سکتے اور اس شعوری نظام کی عدم موجودگی میں کسی راحت و اذیت کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ عدم سے وجود کیونکر ممکن ہے؟ عدم شعور اربوں کھربوں سالوں میں بھی شعور کی نہ تو تخلیق کر سکتا ہے اور نہ اس کی تشکیل۔

اس کے لئے ایک باشعور خالق کی ضرورت ہے جو موت کو شعور عطا کرے اور اس سے زندگی پیدا کرے۔ یوں لگتا ہے جیسے خالق کل نے ایک ایسے طریق پر جواب تک ایک سربستہ راز ہے لذت اور اذیت کو ان اعضاء کی تخلیق کے لئے استعمال کیا ہے جو لذت و اذیت کو محسوس کرتے ہیں۔ اس حیرت انگیز شاہکار کی تخلیق میں اذیت کے کردار کو ختم کر دینے سے زندگی اپنے آپ سے محض ایک بیگانہ اور بے حس نباتاتی مواد کی صورت میں رہ جائے گی۔ شعور کی اس حیرت انگیز صلاحیت

کے مقابل پر اذیت اور محرومی کی محدود اور استثنائی مثالیں کیا کوئی مہنگا سودا ہے؟

یادرکھیں کہ ''دین حق'' کے نزدیک بدی ایک ایسا سایہ ہے جو روشنی کی عدم موجودگی سے پیدا ہوتا ہے۔بذات خود اس کا کوئی مثبت وجود نہیں۔روشنی کے ماخذ کا تصور تو کیا جاسکتا ہے مثلاً لیمپ یا سورج مگر تاریکی کے ماخذ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔کوئی چیز اندھیرے کا ماخذ اس وقت بنتی ہے جب اس میں روشنی کو روکنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔اسی طرح یہ نیکی کی عدم موجودگی ہی ہے جو بدی کہلاتی ہے اور بدی کے مختلف مدارج کا انحصار نیکی روکنے والے واسطے کی کثافت پر ہے۔

کسی چیز کو حاصل کر لینے کا شعور ہی لذت کہلاتا ہے اور اس چیز کا نقصان یا کھو دینے کا اندیشہ درد یا اذیت کہلائے گا۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ دونوں دو انتہاؤں کے طور پر بیک وقت موجود رہیں۔یعنی ایک کو ختم کرنے سے دوسرا خود بخود ختم ہو جائے گا۔نتیجۃً کوئی شخص بھی اذیت اور لذت،نیکی اور بدی کے اس تخلیقی نظام میں نہ تو دخل اندازی کرسکتا ہے اور نہ ہی اسے تبدیل کرنے پر قادر ہے۔یہ انسانی ہمدردی کے بس سے باہر ہے کہ وہ زندگی کو ختم کیے بغیر اذیت کو ختم کر سکے۔

(الہام،عقل،علم اور سچائی صفحہ 157 تا 163)

(Revelation Rationality Knowledge & Truth)

(بقیہ از صفحہ 40) مکرم چوہدری مبارک علی حسنات (اسلام آباد جنوبی) مکرم محمد صدیق (ملاح ملوٹ)

ضلع ملتان: مکرم چوہدری اشتیاق احمد، مکرم مرزا نفیس احمد، مکرم چوہدری عبدالمجید، مکرم محمد رشید چوہدری، مکرم محمد یوسف جھنڈ (ملتان شرقی)

ضلع بہاولنگر: مکرم نذیر احمد خادم (184/7-R) مکرم سعید احمد مکرم مقبول احمد چوہدری (بہاولنگر شہر) مکرم ڈاکٹر محمد سلیم مکرم یوسف علی خاور (327/HR)

علاقہ سرحد: مکرم محمد اکرم، مکرم انجینئر طاہر احمد، مکرم نعیم احمد (مردان) مکرم منظور احمد، مکرم مبارک احمد اعوان (پشاور شہر) مکرم محمد احمد (نوشہرہ کینٹ)

متفرق: مکرم چوہدری شریف احمد ورک (سرگودھا شہر) مکرم رفیق احمد بٹ (ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ) مکرم محمد آصف گھمن، مکرم جلال الدین شاد (سیالکوٹ شہر) مکرم رفعت احمد، مکرم منصور احمد خان، مکرم چوہدری محمد ابراہیم خان (جناح ٹاؤن کوئٹہ) مکرم بشارت احمد (نواب شاہ شہر) مکرم شیخ ضیاء الرحمن، مکرم حمید اللہ باجوہ (ساہیوال شہر) مکرم محمد اشرف (چک جھٹہ، ضلع حافظ آباد) مکرم عبداللطیف (داجل، ضلع راجن پور) مکرم دوست محمد (543/E.B، ضلع وہاڑی) مکرم کرامت اللہ (سانگھڑ شہر) مکرم مگل منور (شاہ تاج ٹیکسٹائل ملز، ضلع قصور) مکرم اقبال احمد اختر، مکرم چوہدری ناصر احمد (چونیاں، ضلع قصور) مکرم ڈاکٹر محمد اکرم (گوجرانوالہ شرقی) مکرم جاوید اقبال کاہلوں (433 ج ب، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) مکرم نثار احمد بسراء، مکرم نسیم احمد، مکرم اقبال احمد (حیدرآباد شہر) مکرم محمود احمد ناز (بشیر آباد، حیدرآباد) مکرم پروفیسر محمد ثناء اللہ (بیت المبارک، شیخوپورہ) مکرم عبدالحفیظ (میرپور، آزاد کشمیر) مکرم نصیر احمد گوندل (کھوکھر، ضلع بدین) مکرم ملک ریاض احمد (گولارچی، ضلع بدین) مکرم چوہدری نذیر احمد گھمن (چک 15 احمد آباد، ضلع بدین) مکرم حفیظ الرحمان منصور سنوری (چنیوٹ، جھنگ)، مکرم نصیر احمد گوندل (کھوکھر)، مکرم ملک ریاض احمد (گولارچی)، مکرم نذیر احمد گھمن (چک 15 احمد آباد ضلع بدین)، مکرم محمد اسد اللہ (قمر آباد ضلع لوشہرو فیروز)، مکرم خلیل احمد (ڈیرہ خلیل، خوشاب)، مکرم سلطان محمود ملک (دوالمیال، چکوال)، مکرم پروفیسر مبشر احمد فرخ (حیدرآباد شہر)، مکرم ملک محمود احمد اعوان (ڈیرہ اسماعیل خان)

احمدیت......ایک جائزہ

(مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب)

ہندوستان میں انیسویں صدی کا آغاز مخالفین اسلام کی اسلام پر اعتراضات کی یلغار سے ہوا۔ مسلمان اندرونی خلفشار کا شکار تھے اور ان کے حکمران عیش و عشرت کے دلدادہ ہو کر روبہ تنزل تھے مگر دوسری طرف انگریز تاجروں کا لبادہ پہن کر ہندوستان میں داخل ہو چکا تھا اور اپنے پاؤں مضبوط کرنے کی فکر میں تھا۔ انگریز نے دو طریق پر اپنے کام کا آغاز کیا۔ ایک مسلمان حکمرانوں کے خلاف خفیہ سازشیں تیار کی گئیں۔ دوسری طرف عیسائیت کی اشاعت کے لئے مشنری اداروں کا جال پھیلا دیا۔ جس کے نتیجہ میں سادہ لوح مسلمان تو کجا دس ہزار مسلمان علماء بھی ان کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر رہ گئے۔ جس کے نتیجہ میں چشم فلک نے وہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اجمیر شریف کی جامع مسجد کے خطیب مولانا عماد الدین سے پادری عماد الدین بن گئے اور یہی پادری عماد الدین مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے میدان عمل میں آ گئے۔ اس وقت کی مشنری سرگرمیوں کا اندازہ پادری عماد الدین کے درج ذیل خط سے کیا جا سکتا ہے۔

''۱۸۰۰ء میں جب ولیم کیری صاحب نے آ کر ملک بنگال کے ایک حصہ میں کام شروع کیا۔ اس وقت سے بہت آہستہ آہستہ مسیحی دین کا چرچا تمام ہندوستان میں پھیلا ہے اور پنجاب میں قریب 45 برس سے خدا کا دین آیا ہے جس وقت کیری صاحب آئے اس وقت ملک کی ایسی حالت تھی کہ کوئی دنیاوی سمجھ کا آدمی نہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح کا دین اس ملک میں پھیلے گا کیونکہ اس وقت محمدی اور ہندو اپنے اپنے مذاہب میں بڑے مضبوط اور سرگرم اور تعصب و سختی و ناواقفی سے بھرپور ہو کے ہوا سے باتیں کرتے تھے۔ ہاں اس وقت کیری صاحب کا مسیحی ایمان گواہی دیتا تھا کہ خدا کا دین اس ملک کو بھی ضرور فتح کرے گا جیسا کہ وہ پیچھے سے فتح مند ہوتا چلا آیا ہے۔ اسی طرح اب ہم مسیحی بھی خدا پر یقین اور بھروسہ کر کے کہتے ہیں کہ کسی وقت یہ ملک انگلستان کی مانند ہونے والا ہے۔ ہمارے مخالف ہندو و مسلمان و دیانندی و نیچری وغیرہ اگرچہ کیسا ہی زور دکھلاویں اور زبان درازیاں کریں وقت چلا آتا ہے پتہ نہ ادرہوں گے صرف مسیحی دینداری یہاں ہو گی یا شرارت نفسانی کے لوگ ملیں گے کیونکہ ایسی حالت کی طرف رخ کر لیا ہے اور پیچھے یوں ہی ہوتا آیا ہے اور تعلیمات کے نتائج یہی ہیں''

(خط شکا گو مرقومہ پادری عماد الدین لاہز 8 فروری 1893ء مطبوعہ نیشنل پریس امرتسر 1893ء)

آخر مسلمانوں کے لئے وہ روز بد بھی آ گیا جب سلطنت مغلیہ اپنے اختتام کو پہنچی اور برصغیر پاک و ہند پر برطانوی

عمل داری کا جھنڈا لہرانے لگا تو مسٹر منگلس نے برطانوی پارلیمنٹ میں ہندوستان پر برطانوی اقتدار اور عیسائیت کے فروغ کی خبر ان الفاظ میں دی۔

''خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی یہ سلطنت انگلستان کے زیرِ نگیں ہے تاکہ عیسٰی مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیے اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہیے۔''

(علمائے حق اور انکے مجاہدانہ کارنامے صفحہ 25۔26، مصنفہ مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیت العلماء ہند)

انگریز ہندوستان پر صدیوں حکمرانی کرنا چاہتا تھا مگر اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان تھے جو ایک ہزار سال تک یہاں حکمران رہے تھے جن کے پاس ایک ارفع و اعلیٰ تعلیم تھی ایک الگ تہذیب و تمدن تھا جبکہ ہندوؤں سے انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ وہ تو پہلے ہی ایک ہزار سال سے محکوم چلے آ رہے تھے اس لئے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی سرگرمیاں تیز کر دی گئیں اس کا سب سے بڑا مقصد حکومت برطانیہ کے اقتدار کی رکاوٹوں کو دور کر کے اسے دوام بخشنا تھا۔ اس لئے 1882ء میں وزیر ہند نے انگلستان کے مذہبی وسیاسی لیڈروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

''میرا یہ ایمان ہے کہ ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنتا ہے اور ایمپائر کے استحکام کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے۔'' (دی مشن از رابرٹ کلارک صفحہ 34 مطبوعہ لنڈن 1904ء)

انگریز نے پنجاب پر قبضہ کے لئے بہت تگ و دو کی جب حضرت سید احمد بریلوی سکھوں کے خلاف جہاد کر رہے تھے ان کی امداد کی۔ انگریزی زیر تسلط علاقوں میں جہاد کے لئے پروپیگنڈا ہو رہا تھا۔ جہاد کے لئے افرادی قوت اور مالی امداد کی ہر روز تحریک ہو رہی تھی انگریز خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ایک محاورہ ہے کہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔ انگریز دیکھ رہا تھا۔ اس جہاد سے سکھوں کو نقصان پہنچ رہا۔ سکھ حکومت کمزور ہو رہی ہے اس کمزوری کا فائدہ انگریز کو ہوا۔ مسلمان اور سکھ دونوں لڑائی کے نتیجہ میں کمزور ہو گئے اور انگریز بلاشرکت غیرے ہندوستان کا مالک بن بیٹھا۔ نامور مورخ آئن ٹالبوٹ نے پنجاب کی فتح کی غرض بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''انگریز نے پنجاب پر حکومت کرنے کی غرض سے قبضہ کیا نہ کہ تجارتی مفادات کی تکمیل کی غرض سے۔ لہٰذا انہوں نے پوری کوشش کی کہ وہ یہاں کے معاشرے کو وکٹورین دور میں غالب افادیت پسندی (Utilitarianism) اور انجیلیکل عیسائیت (پروٹسٹنٹ فرقہ کے اس عقیدے کے مطابق کہ نجات کا دارومدار ایمان پر ہے نہ کہ عمل پر) کے نظریات کے ذریعہ

تبدیل کردیں۔"

(تاریخ پنجاب 1849ء تا 1947ء صفحہ 22-23 آئن ٹالبوٹ ترجمہ پروفیسر طاہر کامران مکتبہ تخلیقات مزنگ روڈ لاہور تاریخ اشاعت 2006ء)

ہندوستان کو عیسائیت کے عالمگیر غلبہ کی مہم میں جو مقام حاصل تھا اس کا ذکر رابرٹ کلارک نے اپنی سکیم میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

"پنجاب کی سرحدی لائن سے اورا سے اپنے کام کی بنیاد (Base) بنا کر عیسائیت ان مقامات تک پھیل سکتی ہے جہاں ابھی اس کا نام تک نہیں پہنچا وسط ایشیا میں عیسائیت کے تبلیغی کام کے لئے پنجاب ایک قدرتی بنیاد (Base) معلوم ہوتا ہے۔"

(دی مشن از رابرٹ کلارک صفحہ 245)

پنجاب میں عیسائیت کے فروغ کے لئے گجرات، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، امرتسر، گورداسپور کے اضلاع کا انتخاب کیا گیا۔ ان اضلاع میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بہت سے افسر عیسائی مبلغین کی تبلیغی سرگرمیوں کی کھلم کھلا حمایت کرتے اور ان کی اس سلسلے میں مدد بھی کرتے تھے...... لارنس برادران کے علاوہ دوسرے افسران بھی یہ سمجھتے تھے کہ وہ مقامی لوگوں کو عیسائی بنانا ایسی سب سے بڑی نعمت ہے جس سے ہماری حکومت ہندوستانی لوگوں کو سرفراز کر سکتی ہے۔" اور یہی وہ بلند ترین مقصد بھی ہے کہ جس کی تکمیل کے لئے خداوند نے ہمیں اس سرزمین پر حکومت کرنے کا موقع عطا کیا...... 1868ء میں حکومت کی طرف سے تبلیغی سرگرمیوں کی کھلم کھلا سرپرستی کا واضح طور پر اظہار اس وقت ہوا جب اس نے چرچ مشنری سوسائٹی کو چونیاں میں 2000 ایکڑ نہری زمین الاٹ کی تا کہ وہ وہاں پر کرسچین کالونی قائم کر سکے۔ 1880ء کی دہائی کے دوران عیسائی مشن کی شاخوں کا جال پورے پنجاب میں بچھ چکا تھا۔ مشن کی زیادہ تر شاخیں چرچ مشنری سوسائٹی کی ملکیت تھیں یہ سوسائٹی 113 سکول بھی چلاتی تھی اگلے بیس برسوں کے دوران عیسائی اخبارات اور کتابچوں کی تعداد 300000 سالانہ سے زیادہ ہو چکی تھیں۔......

(تاریخ پنجاب صفحہ 87-88 از آئن ٹالبوٹ)

انگریز افسروں نے نئے عیسائی ہونے والوں کے لئے ملازمتوں کے فراخدلانہ در وا کر دیئے۔ فوج، محکمہ تعلیم، سرکاری دفاتر، ہسپتال اور ریلوے میں ان کو کثرت سے ملازمتیں دی گئیں یہ ملازمتیں نئے آنے والوں کے لئے بھی تحریص اور ترغیب کا موجب بنیں۔ گذشتہ تیس برسوں کے دوران ان کی کل آبادی میں 40 گنا اضافہ ہوا۔

عیسائی اسکولوں کا ایک مقصد عیسائیت کا پرچار تھا جس میں وہ بائبل پڑھاتے تھے ہندوستان میں مشنری سکولوں میں

جو کچھ ہو رہا تھا وہ انہی کی زبانی سنا جائے تو بہتر ہے رابرٹ اسٹورٹ فلرٹن کے خطوط جو اس نے انگلینڈ وغیرہ لکھے کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں ایک خط میں وہ لکھتا ہے:

تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ کچھ لڑکے کس طرح بائبل سے جوابات دیتے ہیں۔ جو روزانہ ان کو پڑھائی جاتی ہے وہ اس کی سچائی کے قائل ہیں...... ساتھ ہی یہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کا اپنا دھرم جھوٹا ہے۔

(Lucas (JJ). Memoris of Rebert Fullerton P46 بحوالہ جنگ آزادی 1857ء از سید خورشید مصطفیٰ رضوی اشاعت 2007 صفحہ 375)

ایک اور خط کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

تقریباً سو بچے عیسائیت کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ان میں سے یقیناً بڑی اکثریت عیسائی بن جائے گی..... کام جاری ہے اور نتیجہ جلد نظر آ جائے گا۔

انگریزی حکومت نے جو تعلیمی پالیسی جاری کی جس کا مقصد رفتہ رفتہ نئی نسلوں کو عیسائی بنانا تھا۔ سر فریڈ اک میلیڈ نے ہاؤس آف کامنز میں کہا تھا کہ

''ہندوستانی کالجوں میں انجیل کی تعلیم اس قدر زیادہ ہے کہ انگلستان کے پبلک اسکولوں میں بھی اتنی نہیں ہے۔''

(طفیل احمد۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل بحوالہ جنگ آزادی 1857ء از سید خورشید رضوی صفحہ 157)

عیسائیت کی اس جارحانہ یلغار نے دنیا کے تمام مذاہب کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور ایک دنیوی آنکھ اس بات کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ عنقریب عیسائیت تمام دنیا پر غالب آ جائے گی۔ کیونکہ عیسائیت کو فروغ دینے کے لئے حکومت برطانیہ اور دیگر عیسائی حکومتیں بے دریغ مال و دولت خرچ کر رہی تھیں اور ہر قسم کے حربے اختیار کئے جا رہے تھے تاکہ خداوند یسوع مسیح کی تمام دنیا میں پرستش کی جائے چنانچہ ڈاکٹر بیروز نے اپنے لیکچرز میں بڑے فخر سے اعلان کیا کہ

''اب میں اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار اگر ایک طرف لبنان پر جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کے زور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال اس آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ جب قاہرہ، دمشق اور تہران خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کے ذریعہ مکہ اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگی اور بالآخر وہاں صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ حقیقی اور واحد خدا کو یسوع مسیح کو جانیں جس کو تو نے بھیجا ہے۔'' (بیروز لیکچرز صفحہ 42)

1888ء میں ہندوستان میں عیسائیت کی ترقی کی رفتار کا جائزہ پیش کرتے ہوئے پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے 1888ء میں اپنی تقریر میں کہا۔

(ترجمہ) ”بعض ایسے لوگوں کو جنہیں اس طرف توجہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ سن کر تعجب ہوگا کہ جس رفتار سے ہندوستان کی عمومی آبادی میں جو اضافہ ہورہا ہے اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتار سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان امر کا سبب کہ ہر جگہ عیسائیوں کی جماعت ایسی تیز رفتاری سے پھیل رہی ہے کہ جتنی قرون اولیٰ کے بعد کبھی نہیں پھیلی۔ میں اور آپ اس کا حقیقی سبب جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ خداوند کی روح حرکت میں ہے۔ پہلے کی طرح اب بھی خداوند اپنے نام کو عظمت دے رہا ہے اور وہ ہمارے چرچ کو ان لوگوں سے وسعت دے رہا ہے جو نجات چاہتے ہیں۔ اور انجیل کے پیغام کی قدیمی طاقت اب تک موجود ہے اب بھی رسولوں کے زمانہ کی طرح خدا کا کلام زبردست نشوونما کی طاقت رکھتا ہے اور اس کا غلبہ ہورہا ہے۔“

(دی مشنز از آر کلارک صفحہ 234)

انگریز نے چونکہ اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا اس لئے مسلمانوں کو ہر میدان میں پسماندہ رکھنے کے منصوبے تیار کئے ان میں ایک اہم منصوبہ نیا تعلیمی نظام کا اجراء تھا جس کا بڑا مقصد سرکاری ملازمتوں سے مسلمانوں کو نکال باہر کرنا تھا۔ سرکاری زبان فارسی تھی اس لئے ہندو اور مسلمانوں کو سرکاری ملازمت کے لئے فارسی زبان سیکھنی پڑتی تھی۔ انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرتے ہی انگریزی سکولوں اور کالجوں کی بھرمار کردی اور ہندوؤں نے ان سکولوں اور کالجوں میں داخلہ لے کر انگریز کا قرب حاصل کرلیا۔ سرکاری ملازمتوں پر چھا گئے۔ انگریز نے وسط فروری 1835ء میں نیا نظام تعلیم جاری کردیا جس کو لارڈ میکالے کا نظام تعلیم کہا جاتا ہے۔ لارڈ میکالے کا قول ہے۔ ”ہمیں ایک ایسی جماعت بنانا چاہیے جو ہمارے اور ہماری رعایا کے درمیان موجود ہو۔ جو خون اور نسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور سوچ سمجھ کے اعتبار سے انگریز“ جہاں انگریز نے ہندوستان میں مسلمانوں کو کمزور اور قعر مذلت میں گرانے کا انتظام کیا وہاں اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دین حق کی حفاظت اور دفاع کے لئے 13 فروری 1835ء کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود باسعود کو دنیا میں بھیج دیا تاکہ تثلیثی حربوں کو ناکام و نامراد بنادیا جائے۔

لاریب! خدا تعالیٰ مسیح موعود کے ذریعہ دنیا میں نئی زمین اور نیا آسمان بنانا چاہتا تھا تاکہ توحید الٰہی کے نعروں سے دنیا ایک بار پھر گونج اُٹھے۔ جبکہ عیسائی دنیا پنجاب کو BASE بنا کر عیسائیت کو ایشیاء پر مسلط کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی مگر

خدا تعالیٰ نے بھی دجالیت کے طلسم کو پاش پاش کرنے کے لئے پنجاب ہی کی زمین کا انتخاب فرمایا اور گورنر ایچی سن کے بیان کے صرف ایک سال بعد ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر لدھیانہ شہر میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان پر پہلی بیعت لے کر جماعت احمدیہ کا قیام فرمایا۔ جو اس امر کا اعلان تھا کہ وہ اب دجالیت کے دن گنے جا چکے ہیں اور تمام مذاہب کو مقابلہ کی دعوت دی اگر وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں تو اسلامی تعلیم سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں اور آپ نے ہر قسم کے عقلی و نقلی دلائل سے ان مذاہب کا باطل ہونا ثابت فرمایا اور دنیا کو اس طرف متوجہ کیا کہ اب دنیا میں بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لئے صرف دین...... ہی ہے مگر کسی مخالف کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت اقدسؑ نے اپنی معرکتہ لآراء تصنیف براہین احمدیہ، فتح......، ازالہ اوہام میں (دین حق) کی دیگر ادیان پر برتری ثابت فرمائی وہاں آئینہ کمالات...... میں تمام دنیا کے بڑے بڑے مذہبی اور مقتدر لوگوں کے نام ایک خط لکھا اور ملکہ برطانیہ کے لئے تحفہ قیصریہ کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں یہ تجویز فرمائی کہ لنڈن میں میرا پادریوں سے مقابلہ کروایا جائے اگر میں (......) کی برتری ثابت نہ کر سکا تو آپ مجھے سزا دینے میں حق بجانب ہوں گی حضرت اقدس کے پُر زور دلائل پر مشتمل اس چیلنج نے عیسائیت کے بلند و بانگ ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے قیام کے صرف پانچ سال بعد ہی 1894ء میں لنڈن میں مشنری کانفرنس میں لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ چارلس ایکی کوٹ نے (......) کی اس نشاط ثانیہ کا انکشاف کیا کہ

''اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا (......) ہمارے سامنے آرہا ہے اور اس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں...... یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بناء پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب ہماری نگاہ میں قابل نفرین قرار پاتا ہے اس نئے اسلام کی وجہ سے محمدؐ کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جارہی ہے یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کیے جاسکتے ہیں پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔'' (رپورٹ آف مشنری کانفرنس صفحہ ۶۴۔ ۱۸۹۴ء)

تقریباً بیس سال کے قلیل عرصہ میں حضرت اقدسؑ نے (......) کے پرزور دلائل پر مشتمل کتب تحریر فرمائیں اور اسلام کی برتری ثابت کی۔ دیگر مذاہب کا ان کی کتب سے ہی ان کے باطل ہونے کے ثبوت فراہم کیے۔ حضرت اقدسؑ کے اس قلمی جہاد کے سامنے عیسائیت اپنے تمام مال و اسباب، اثر و رسوخ اور سلطنت کے باوجود (دینِ حق) کی اس جارحانہ یلغار

کے سامنے بے بس ہوگئی۔جب 26 مئی 1908ء کو حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے وفات پائی تو ہندوستان کے مشاہیر اور اخبارات نے ان کی دین حق کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔چنانچہ برصغیر پاک وہند کے مشہور مذہبی اور سیاسی لیڈر مولانا ابو الکلام آزاد نے حضرت اقدسؑ کی وفات پر آپ کے (......) پر احسانات کا ان الفاظ میں اظہار کیا:

''مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور معتقدات سے شدید اختلافات کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہوگیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہوگیا۔ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست و پامال بنائے رکھا۔آئندہ بھی جاری ہے اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیاب حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہوکر اڑنے لگا۔''

''غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہوکر (......) کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت (......) کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔'' ''مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ حکم وعدل ہوں ......لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر (......) کو نمایاں کردینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی۔'' (اخبار وکیل مئی 1908ء)

ہندوستان کے مشہور اخبار اور دنیائے صحافت کے مایہ ناز صحافی مرزا حیرت دہلوی نے حضرت اقدس کی وفات پر لکھا:

''ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔'' (اخبار کرزن گزٹ دہلی یکم جون 1908ء)

اخبار پائیونیئر کے ایڈیٹر نے حضرت اقدس کے کام اور عیسائیت کی (......) کے مقابلے میں پسپائیت کا اظہار و اقرار کرتے ہوئے لکھا:

''اگر گزشتہ زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آ کر دنیا میں اس وقت تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں نہ ہوگا جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی معلوم ہوتے تھے جن کی وفات حال میں ہی اپنے وطن پنجاب میں ہوئی ہے۔ہم یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ ان کی عالمانہ حیثیت پر کوئی رائے قائم کر سکیں......ایک دفعہ انہوں نے بشپ لیفرائے آف لاہور کو چیلنج دیا (جس نے اسے حیران کردیا) کہ وہ نشان نمائی میں مقابلہ کرے اور مرزا صاحب اس بات کے لئے تیار تھے کہ حالات زمانہ کے ماتحت بشپ صاحب جس طرح چاہیں اپنی تسلی کرلیں کہ نشان دکھانے میں کوئی فریب اور دھوکہ استعمال نہ ہو......وہ لوگ جنہوں نے مذہبی میدان میں دنیا کے اندر حرکت پیدا کردی ہے وہ اپنی طبیعت میں انگلستان کے لارڈ بشپ کی نسبت مرزا غلام احمد سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں......اگر آرنسٹ گرین مشہور فرانسیسی مورخ گزشتہ بیس سال کے اندر ہندوستان میں ہوتا تو وہ یقیناً مرزا صاحب کے پاس جاتا اور ان کے حالات کا مطالعہ کرتا اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ انبیاء بنی اسرائیل کے عجیب وغریب حالات پر ایک نئی روشنی پڑتی۔مگر ہمارے محدود اور تنگ خیالات ایسے مقابلہ کے مانع ہیں۔کیونکہ ہمارا مذہبی لٹریچر تنگ دائرہ کے اندر محدود ہے۔بہر حال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آیا کرتے۔'' (اخبار پائینیر الہ آباد ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

جماعت احمدیہ کی غیر ممالک میں اشاعت (دین حق) کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے برصغیر ہندوپاکستان کے ایک مسلم لیڈر جناب محی الدین غازی لکھتے ہیں:

''یورپ وافریقہ کی مذہب سے بیزاری اور اسلام کی حریف دنیا میں علم تبلیغ بلند کرنے کی کسی عالم دین یا کسی علمی ادارے کو توفیق نہیں ہوئی۔اگر علم تبلیغ لے کر اٹھا تو وہ یہی......قادیانی فرقہ تھا۔

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی ۔۔۔ کچھ ہوئے بھی تو یہی رند قدح خوار ہوئے

اس جماعت نے دعوت الی اللہ کے مقاصد کے لئے سب سے پہلے اسی سنگلاخ زمین کو چنا اور یورپ وامریکہ کا رخ کیا اور ان کے سامنے (......) کو اصلی وسادہ صورت میں اور اس کے اصولوں کو ایسی قابل قبول شکل میں پیش کیا کہ ان ممالک کے ہزارہا افرادوخاندان دائرہ (......) میں داخل ہوئے اور یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا سماں آنکھوں میں پھر گیا۔''

(تاثرات مرتبہ اے آر انجم جرنلسٹ مطبوعہ حیدرآباد سندھ ۱۲ اگست ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۷۔۱۸)

''تحریک احمدیہ کے اثرات جو ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمانوں پر اثر انداز ہوئے ان اثرات کو ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ نے یوں بیان کیا ہے۔

تحریک احمدیت کی ان زبردست کوششوں کا نتیجہ ہے کہ وہ مسلمان جو اٹھارویں صدی میں اپنی موت پر دستخط کئے ہوئے تھے۔ خدا کے فضل سے اپنے اندر زندگی کی ایک برقی لہر محسوس کرتے ہوئے اعلان عام کر رہے ہیں کہ "یہ بیسویں صدی ہر جگہ مسلمانوں کے لئے نشأۃ ثانیہ یا بیداری کا آغاز ہے۔"

(ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان کا بیان مطبوعہ رسالہ استقلال لاہور صفحہ ۱۰)

الحمدللہ! 23 مارچ 1889ء کو جو ایک اچھی آواز بلند ہوئی تھی وہ آج 189 ممالک میں جماعت احمدیہ کی صورت میں قائم ہو چکی ہے اور بفضل تعالیٰ ہجرتِ ربوہ کے بعد سے اب تک 16 کروڑ 68 لاکھ 38 ہزار 567 سعید روحیں قدرت ثانیہ۔ خلافتِ احمدیہ کی آغوش میں پناہ حاصل کر چکی ہیں۔

(......) کی فتح کی نوید دیتے ہوئے حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔ "قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی۔ مگر (......) سب حربے ٹوٹ جائیں گے۔ مگر (......) کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا۔ جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے، بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

(تذکرہ صفحہ 244)

☆ ☆ ☆

نتیجہ امتحان سہ ماہی چہارم 2007ء

قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

امتحان سہ ماہی چہارم 2007ء میں 554 مجالس کے 8548 انصار نے شرکت کی۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے اراکین کے اسماء درج ذیل ہیں۔ علاوہ ازیں 237 انصار نے اس امتحان میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''خصوصی گریڈ A'' حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ان اراکین کے لئے مبارک کرے اور مزید علمی ترقیات سے نوازے۔ آمین۔

اوّل:	1-	مکرم آرکیٹیکٹ شعیب احمد ہاشمی	گلشن اقبال غربی۔ کراچی
	2-	مکرم منصور احمد لکھنوی	گلشن اقبال شرقی۔ کراچی
دوم:	1-	مکرم ڈاکٹر منصور احمد	جوہر ٹاؤن۔ لاہور
	2-	مکرم عبدالرشید ساڑی	عزیز آباد۔ کراچی
سوم:	1-	مکرم انجینئر عبدالسلام راشد	شمالی چھاؤنی۔ لاہور
	2-	مکرم بشارت احمد طاہر	کھاریاں۔ ضلع گجرات
	3-	مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر	دارالصدر شمالی انوار۔ ربوہ

اگلی دس پوزیشن حاصل کرنے والے انصار: مکرم میاں مجید الرحمن (جوہر ٹاؤن۔ لاہور) مکرم محمد انور نسیم (دارالیمن وسطی سلام۔ ربوہ) مکرم ناصر احمد ڈوگر (ناصر آباد شرقی۔ ربوہ) مکرم ملک عبدالسلام (سرگودھا شہر) مکرم مقبول احمد (دارالعلوم وسطی۔ ربوہ) مکرم رانا نصیر محمد خان (رائیونڈ۔ ضلع لاہور) مکرم محمد ثناء اللہ (النور۔ راولپنڈی) مکرم ماسٹر نذیر احمد (58/3 ٹکڑا، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) مکرم عبدالغفور طور (ناصر آباد جنوبی۔ ربوہ) مکرم خالد محمود باجوہ (ہارون آباد۔ ضلع بہاولنگر) مکرم صادق مجید اللہ (واہ کینٹ۔ راولپنڈی)

خصوصی گریڈ حاصل کرنے والے انصار:

ضلع لاہور: مکرم عبدالقدیر خان، مکرم ڈاکٹر محمد صادق جنجوعہ (فیکٹری ایریا شاہدرہ) مکرم محمد سرور ظفر، مکرم عبدالقیوم، مکرم ڈاکٹر رمضان محمد زاہد، مکرم معین الدین، مکرم چوہدری محمد لطیف انور، مکرم حفیظ احمد، مکرم خالد مسعود بابر، مکرم نور الٰہی بشیر، مکرم بشیر احمد، مکرم نصیر احمد قریشی، مکرم محمد توفیق (مغل پورہ) مکرم شیخ محمد اکرام اطہر، مکرم محمد قاسم بٹ، مکرم کرنل (ر) انتصار احمد مہار، مکرم چوہدری حبیب اللہ مظہر (شاد کالونی) مکرم میاں محمد یوسف، مکرم حبیب اللہ شاد، مکرم منور احمد عباسی، مکرم رفیق احمد خواجہ، مکرم ملک محمد نسیم، مکرم سید منصور احمد، مکرم نعمت اللہ قریشی (جوہر ٹاؤن) مکرم ارشاد احمد، مکرم مقبول احمد (ٹاؤن شپ) مکرم لئیق احمد، مکرم ناصر احمد بلوچ (دارالسلام) مکرم کیپٹن (ر) ملک مبارک احمد، مکرم رانا فضل الرحمن نعیم، مکرم رانا نفیس الرحمن نعیم، مکرم رانا شکور احمد، مکرم عبدالعلی اعظم قریشی، مکرم جاوید احمد گل، مکرم بشارت احمد ورک (گرین ٹاؤن) مکرم کمانڈر ناصر احمد (ڈیفنس) مکرم محمد ارشاد، مکرم سلطان احمد بھٹی، مکرم منیر الدین سیال، مکرم محمد ظفر اقبال ہاشمی (بیت التوحید) مکرم قریشی محمد کریم، مکرم مہر دار علی (شالامار ٹاؤن) مکرم شیخ

مامون احمد، مکرم محمد اسحاق چوہدری (بیت الاحد) مکرم سید نوید احمد بخاری، مکرم محمد سرور بٹ (گلشن آباد) مکرم عبدالشکور، مکرم ارشاد احمد ورک ایڈووکیٹ (گلشن راوی) مکرم بشارت احمد ورک (گرین ٹاؤن)

ضلع کراچی: مکرم صابر عمران ہاشمی، مکرم منیر الدین بھٹی (گلشن جامی) مکرم کرامت حسین مختار، مکرم ڈاکٹر شوکت علی (اورنگی ٹاؤن) مکرم مقبول الٰہی ملک، مکرم چوہدری محمد رمضان گورایہ، مکرم طارق محمود بھٹی، مکرم محمد سرور، مکرم ذکاء اللہ ڈھڈی، مکرم صوفی محمد اکرم (ڈرگ کالونی) مکرم منیر الدین بھٹی، مکرم محمد رفیق، مکرم چوہدری بشیر الدین محمود، مکرم چوہدری اعجاز احمد (ڈرگ روڈ) مکرم مبشر احمد (گلشن حدید) مکرم محمد عثمان خان، مکرم غلام سرور (ڈیفنس) مکرم حنیف احمد چغتائی، مکرم زبیر احمد ہاشمی، مکرم خالد مسیح چوہدری، مکرم ڈاکٹر سید خالد جمیل، مکرم محمد اشرف، مکرم شمیم احمد، مکرم غلام رسول خان (گلشن اقبال غربی) مکرم مجیب احمد ناصر، مکرم عبدالحمید ناصر، مکرم چوہدری ناصر احمد گوندل، مکرم حفیظ احمد شاکر، مکرم مسرت شمیم قریشی (النور) مکرم بشیر الدین صدیقی (ہاؤسنگ سوسائٹی) مکرم جمیل احمد بٹ (کلفٹن) مکرم شفیق احمد شاہد، مکرم زبیر احمد خان (نارتھ) مکرم مظفر احمد شرما، مکرم سلیمان احمد شاہد (ماڈل کالونی) مکرم صبغت اللہ خان (کورنگی) مکرم معوت اللہ کاہلوں (محمود آباد)، مکرم ماسٹر محمود احمد، (بلدیہ ٹاؤن)

ربوہ: مکرم صفدر نذیر گولیکی، مکرم محمود احمد منیب (دارالنصر غربی حبیب) مکرم عبدالمنان، مکرم صوبیدار محمد اشرف خان، مکرم قاسم محمود بھٹی، مکرم شمس الدین، مکرم مرزا ظفر احمد، مکرم طاہر احمد محمود (دارالفتوح غربی) مکرم سید جماعت علی شاہ (دارالعلوم غربی خلیل) مکرم حکیم محمد نسیم، مکرم لعل الدین صدیقی، مکرم تنویر الدین صابر (دارالنصر غربی اقبال) مکرم وزیر محمد (دارالفتوح شرقی) مکرم حبیب احمد، مکرم رشید احمد، مکرم غلام قادر، مکرم محمد ایوب، مکرم ظفر اللہ (دارالعلوم جنوبی احمد) مکرم عبدالرحمن عاجز (دارالرحمت وسطی) مکرم خالد اشرف بھٹی، مکرم عبداللطیف، مکرم صدیق احمد (دارالفضل شرقی) مکرم محمد صدیق خان، مکرم ماسٹر بشارت احمد (دارالعلوم وسطی) مکرم عبدالبصیر (دارالیمن وسطی حمد) مکرم ملک اللہ بخش (کوارٹر تحریک جدید) مکرم ڈاکٹر محمد رشید (طاہر آباد جنوبی) مکرم محمد لطیف احمد، مکرم مظفر احمد ناصر (کوارٹر صدر انجمن) مکرم نثار احمد طاہر (دارالصدر شمالی انوار) مکرم میاں عبدالشکور یاسر (دارالشکر) مکرم بشارت فردوس احمد (دارالبرکات) مکرم نواز احمد باجوہ (طاہر آباد شرقی) مکرم محمد رفیع (نصیر آباد سلطان) مکرم مجید احمد، مکرم میاں منور احمد (دارالصدر شرقی طاہر) مکرم نذیر احمد باجوہ، مکرم قمر احمد کوثر (دارالرحمت شرقی راجیکی) مکرم مرزا عبدالرشید (دارالعلوم غربی صادق) مکرم عبدالرشید منگلا (دارالرحمت شرقی بشیر) مکرم عباس علی شاکر (ناصر آباد جنوبی) مکرم کریم احمد (عثمان والا) مکرم جاوید احمد جاوید، مکرم منظور احمد (دارالعلوم شرقی برکت) مکرم صدیق احمد منور (فیکٹری ایریا احمد)، مکرم کریم احمد (عثمان والہ)

ضلع فیصل آباد: مکرم حافظ محمد اکرم حفیظ (کریم نگر) مکرم اقبال مصطفیٰ، مکرم چوہدری احمد دین، مکرم انعام اللہ ہاشمی (دارالذکر) مکرم مرزا منظور احمد بیگ، مکرم محمد حنیف ڈوگر، مکرم محمد اصغر عتیق، مکرم ہومیو ڈاکٹر بشیر حسین تنویر، مکرم جلال الدین اکبر (دارالحمد) مکرم صوبیدار خوشی محمد (گھسیٹ پورہ) مکرم میاں عبدالحفیظ (108 ج ب گوکھڑی)

ضلع راولپنڈی: مکرم میاں قمر احمد (ایوان توحید) مکرم چوہدری اقبال حسین، مکرم عبدالکریم باسط (النور) مکرم فیض احمد محسن، مکرم کیپٹن چوہدری علم دین مشتاق، مکرم محمود احمد خان دہلوی (پشاور روڈ) مکرم تصدق حسین، مکرم رفیق احمد ظفر، مکرم محمد سلیم جاوید، مکرم منور احمد ملک، مکرم شریف احمد ناصر، مکرم سلیم احمد خالد، مکرم بشیر احمد خالد، مکرم منور احمد خالد، مکرم سعید احمد، مکرم مبارک الوندیم، مکرم مرزا رفیق احمد، مکرم توقیر احمد ملک، مکرم صادق مجید اللہ (واہ کینٹ راولپنڈی) مکرم انس احمد، مکرم مبشر احمد کھوکھر، مکرم محمد رشید (بیت الحمد)

ضلع اسلام آباد: مکرم افتخار احمد ازکی، مکرم ایم۔اے لطیف شاہد (اسلام آباد وسطی) مکرم میجر (ر) عبدالرزاق، مکرم رفیق احمد سعید، (باقی صفحہ 29 پر)